ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

۲۲ ۵۲

اب تک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے!

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

وہ دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اس کا نگہباں اگر ہے تو خدا ہے

فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت ہے بہت اچھی اگر حال برا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی!
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ خدا ہے

کل دیکھیے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے

گر دیں جو کہوں ذلت ہے ہماری
امت تیری ہر حال میں راضی برضا ہے

★

3-6-66



بھٹو صاحب کا امتحان

۲۹ر اپریل اور ۱۳ر مئی کے شمارے لاہور میں کرفیو جیسے "اقدامات" کے پیش نظر شائع نہ ہو سکے۔ اور اب ۲۷ر مئی کا شمارہ پریس کے ارباب حل و عقد کی نذر ہو گیا۔

ہمارے قارئین نے اس خلاء کو شدت سے محسوس کیا ہو گا۔ لیکن ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہمیں خود جو پریشانی ہوئی اس کا اظہار لفظوں میں مشکل ہے۔

○

"ریفرنڈم" پر اداریہ پیش خدمت ہے۔ لکھا، کتابت ہو گئی، پریس بھیج دیا۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا۔ پریس کے عدم تعاون اور عدم احساس نے یہ رنگ دکھلایا، اب مسئلہ مذاکرات تک پہنچ گیا ہے اور شاید ان سطور کے سامنے آنے تک باقاعدہ مذاکرات شروع ہو جائیں۔

قارئین جانتے ہیں کہ دوست عرب ممالک کی مخلصانہ کوششیں بھٹو صاحب کو اس منزل پر لائی ہیں۔ ہم اس مسئلہ پر تفصیلاً کچھ عرض کرنا چاہتے تھے لیکن "عدم گنجائش" کے سبب بس اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ اللہ رب العزت مذاکرات کو کامیابی سے ہمکنار کرے اور ملک میں امن و سلامتی کی فضا پیدا ہو۔

ظاہر ہے کہ مذاکرات کی کامیابی کا انحصار بھٹو پر ہے۔ اور اب اس کا امتحان ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا کرتے ہیں؟

علوی

چٹان اور اسلامی جمہوریہ! کی بندش کی خبر آ چکی، یہ بھی بھٹو صاحب کا ایک "کارنامہ" ہے۔

لیکن

شاید وہ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ جبر کے دن تھوڑے ہوتے ہیں۔

ہم

چٹان اور اسلامی جمہوریہ کے معاملہ میں اہل حق کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلاتے ہیں ________________!

****

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بانی
حضرت مولانا احمد علی
•
رئیس الادارہ
مولانا عبید اللہ انور

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

رئیس التحریر
مولانا مفتی محمود
•
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

جلد ۲۲ شمارہ ۵۲ | ۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ • ۳ر جون ۱۹۷۷ء | فی کاپی : ایک روپیہ

ریفرنڈم

نیا جال لائے پرانے شکاری

چند دن پہلے ملک کے سیاسی بحران کو حل کرنے کے لیے حزب اختلاف کے رہنماؤں نے جو تجاویز پیش کی تھیں وہ وہ چیئرمین مسٹر بھٹو نے مسترد کر کے اپنی طرف سے ایک نیا فارمولا پیش کر دیا۔ یعنی یہ کہ میں اپنی ذات کے متعلق ریفرنڈم کروا لیتا ہوں کہ آیا عوام مجھے بہ حیثیت وزیر اعظم قبول کرتے ہیں یا نہیں؟

ریفرنڈم کے لیے آئین میں کوئی گنجائش نہیں لیکن "دھاندلیوں کی پیداوار اسمبلی" نے بغیر کسی تاخیر کے اس کے لیے گنجائش پیدا کر دی اور ایک عدد ترمیم کے ذریعہ راستہ ہموار کر دیا گیا ساتھ ہی ساتھ ایک اور ترمیم کے ذریعہ عدلیہ کی رہی سہی آزادی کو بھی ختم کر کے ایک نہایت ہی مکروہ روایت کی بنیاد ڈال دی۔

بھٹو صاحب کے حواری ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس "تجویز" کو سراہ رہے ہیں اور ایسا باور کرا رہے ہیں کہ بھٹو صاحب نے یہ انقلاب آفریں کارنامہ انجام دیا ہے لیکن "علی بابا" کے ان چالیس . . . . . کو معلوم نہیں کہ اول تو جمہوری ممالک میں ریفرنڈم ایک ایسی "بدعت" ہے جس کا سہرا بھٹو صاحب کے سر ہو گا۔

دوسرے یہ کہ عوام کی اس طویل اور صبر آزما جدوجہد کا یہ مقصد نہیں تھا کہ بھٹو صاحب وزیر اعظم رہیں یا نہ رہیں؛ بلکہ اس دو ماہ سے زائد کے عرصہ میں عوام نے جو بے پناہ قربانیاں دی ہیں اور ملک کے ہر طبقہ نے جس جرأت و بے خوفی اور مردانگی و دلیری کا مظاہرہ کیا ہے اس کا مقصد دھاندلیوں کی پیداوار اس اسمبلی کو چھٹی دینا ہے جس کے ممبران بھٹو صاحب کو ہر دوسرے دن ایک عدد نئے اعتماد کے ووٹ سے نواز رہے ہیں۔

یہ بات اب بالکل واضح ہو چکی ہے کہ ۷ر مارچ کے انتخاب میں طے شدہ منصوبہ کے مطابق دھاندلی ہوئی اور جب اس سے بھی کام نہ بنا تو پہلے سے مرتب شدہ نتائج کو انتہائی بے شرمی اور ڈھٹائی سے نشر کر کے پی۔پی۔پی کی فقید المثال کامیابی کا اعلان کیا گیا۔

عوام نے ملک اور اپنے خلاف ہونے والی اس سازش کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور اس احتجاج کی پہلی کڑی ۱۰ر مارچ کے صوبائی انتخابات کا بائیکاٹ تھی۔ اس کے بعد ۱۱ر مارچ کو ملک گیر ہڑتال ہوئی اور ۱۳ر مارچ سے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس احتجاجی تحریک کا آغاز ہوا۔ جس کی مثال بقول نوابزادہ نصر اللہ خاں تحریک خلافت کے بعد مشکل سے ملے گی۔ اس تحریک میں ایک طرف نہتے عوام تھے، طلبہ، علماء، وکلاء تھے، خواتین تھیں۔ دوسری طرف ایف، ایس، ایف ۔ پی، آر، پی (چوہڑ کانہ پولیس) وغیرہ کے بے ننگ و نام ملازم تھے۔ جنہوں نے شرافت و

انتخابات کو بار بار ملتوی کرتے ہوئے وقت کا اس طرح اندھا دھند استعمال کیا کہ [illegible] کی رو میں بھی تڑپ اٹھیں۔ ان مردہ ضمیر لوگوں نے سٹیبلشمنٹ کے بجائے فرد واحد کی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے اس طرح اپنی تاریخ داغدار کی کہ باید و شاید؟

یہ تحریک اب تک جاری ہے، ظلم پوری قوت سے ہو رہا ہے اور اس کے لیے نئے نئے انداز اختیار کیے جا رہے ہیں۔ لیکن ملک کے باضمیر اور غیور و جسور شہری سب کچھ برداشت کر کے آگے بڑھ رہے ہیں۔

اسی دوران ۲۲ مارچ کا دن بھی آیا۔ جب ملک میں ایسی ہڑتال ہوئی جس کی مثال شاید مشکل سے ملے گی۔ بہر صورت حال بھٹو صاحب اور ان کے گنے چنے بہی خواہوں کے لیے یقیناً حیران کن تھی۔ اس لیے انہوں نے مذاکرات کا چکر چلا کر اپنے لیے وقت حاصل کرنا چاہا۔ اور جب وہ یہ سمجھے کہ میرا کام پورا ہو گیا ہے تو انہوں نے وہ تجاویز و مطالبات یکسر مسترد کر دیے جو حزب اختلاف نے پیش کیے تھے۔ اور ریفرنڈم کا اعلان کر دیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ملک میری اس تجویز کو سراہے گا۔ لیکن وہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک بے ننگ و نام اور حقیر اقلیت کے سوا ان کی بات کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ اور عوام حسب سابق اس تجویز کو بھی مسترد کر چکے ہیں۔ ویسے اب تک کے عوامی اقدامات بجائے خود "ریفرنڈم" ہیں۔ اے کاش! چشم بینا ہوتی؟

اس کے بعد سیدھی سادی راہ یہ ہے کہ بھٹو صاحب اپنا بستر گول کریں۔ اور اپنے مصاحبین کو بھی ساتھ لے جائیں اور کھلے اور آزادانہ ماحول میں نئے انتخاب کا اہتمام کریں۔ اس طرح ملک کا بھلا ہوگا، ملت محفوظ ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ اپنی "انا" پہ اڑے ہوتے ہیں۔ تو پھر انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بقول پیر پگارا یوم حساب قریب ہے۔ اور یہ کہ آپ اور آپ کے مصاحبین عوام کے غیظ و غضب سے بچ نہیں سکیں گے۔

مقام حیرت ہے کہ اگر الیکشن کمیشن آپ کی پارٹی کی دھاندلیوں کو بے نقاب کرتا ہے تو آپ اس کے اختیارات بعجلت سلب کر لیتے ہیں۔ اگر ملک کی باوقار عدلیہ آپ کے کرتوتوں کی چھان پھٹک کرتی ہے تو اس کو بے [illegible]

بنانے کے لیے آئین میں [illegible] پوسٹ مارٹم کرنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟

بھٹو صاحب کو اپنے متعلق بڑے دعوے ہیں۔ وہ تاریخ پہ گہری نظر رکھنے کے مدعی ہیں۔ انہیں دنیا کے حالات سے باخبر ہونے کا دعویٰ ہے لیکن ہمارے نزدیک ان کے سارے دعوے غلط ہیں۔ ایک شخص جو تاریخ اور حالات سے سبق حاصل نہیں کرتا وہ کیسا باخبر ہے؟ طاقت کا اندھا دھند استعمال کرنے والے جس طرح خاک میں مل گئے وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

اصل طاقت اللہ تعالےٰ کی ہے۔ وہی طاقت کا سرچشمہ ہے اور اس کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اپنی مافوق الفہم حکمتوں کے پیش نظر وقتی طور پر اس قسم کے نشۂ طاقت میں مخمور لوگوں کو ڈھیل دیتا ہے لیکن بالآخر انہیں اس طرح پہنچاتا ہے کہ پھر اس قسم کے کندۂ ناتراش لوگوں کے لیے نہ آسمان میں گنجائش ہوتی ہے نہ زمین میں!

پچھلے دنوں شیخوپورہ میں پی۔ پی۔ پی کے مغرور اور طاقتور لوگوں پہ جس طرح شہد کی مکھیاں حملہ آور ہوئیں وہ اصحاب فیل اور ابابیل کا واقعہ یاد دلانے کے لیے کافی ہے۔ قبل اس کے کہ طاقت کا حقیقی مالک ظالموں کو زیر و زبر کر دے ظالموں کو خود ہی اپنی فکر کر لینی چاہیے!

بہرحال یہ نیا جال بھی کارآمد نہ ہوگا اس لیے ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔

علوی

شذرہ :

غاصب حکومت کی نام نہاد "خدمت اسلامی" سے متعلق ہمارا کچھ لکھنے کا پروگرام تھا کہ ملک کے معروف دینی ادارہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث اور معروف عالم دین مولانا محمد مالک کاندھلوی کا بیان موصول ہوا جو بندش شراب سے متعلق ہے۔ وہی بیان پیش خدمت ہے ——— اپنی معروضات پھر سہی!

قوم اسمبلی میں

امتناع شراب کے بل کی تفصیل

قوانین شریعت کے لحاظ سے افسوسناک اور

تحریف دین کا مرقع ہے۔

گزشتہ چند روز سے برسر اقتدار حکومت کی طرف سے شراب کی بندش کی تشہیر اس انداز سے کی جا رہی تھی کہ یہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے لیے ایک اہم قدم ہے۔

اول تو شراب کی پابندی کا اعلان ہی جس نوعیت کے ساتھ کیا گیا۔ اس میں بندش کے اظہار کے ساتھ کچھ گنجائش کے پہلو رکھ دیئے گئے ہیں اور اس پابندی کو مسلمان کے ساتھ مخصوص کرنے کے ضمن میں یہ گنجائش واضح طور پر رکھ دی گئی تھی کہ ملک میں شراب کی خرید و فروخت بھی ہو سکے گی۔ اور اس کے لیے متعدد ہوٹلوں کو اجازت نامے بھی جاری کیے جائیں گے۔

حالانکہ شریعت کا قانون کسی اسلامی مملکت میں شراب اور دیگر منشیات کے وجود اور داخلے ہی کی اجازت نہیں دیتا چنانچہ حکومت سعودیہ کی مثال موجود ہے کہ وہاں ایسی کوئی دوا بھی نہیں لائی جا سکتی جو نشہ آور ہو۔

لیکن اس کے بعد اسمبلی نے جس طرح یہ بل منظور کیا ہے وہ قوانین شریعت کے لحاظ سے افسوسناک بلکہ تحریف دین کا مرقع ہے۔ کیونکہ شراب پینے کے جرم میں ماخوذ کیے جانے کی یہ تجویز منظور کی گئی کہ کوئی بھی افسر کسی بھی شخص کو کسی عام جگہ سے صرف اس شبہ میں گرفتار یا حراست میں نہیں لے سکے گا کہ اس نے شراب پی ہے۔ بلکہ متعلقہ افسر پر لازم ہوگا کہ وہ ایسے شخص کو اس کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے کہے اگر یہ شخص ڈاکٹر کے پاس جانے سے انکار کرے یا ڈاکٹری معائنہ کے بعد یہ رپورٹ مل جائے کہ اس نے شراب پی ہے تب اس شخص کو گرفتار کیا جا سکے گا۔ ڈاکٹر کے پاس جانے سے انکار کرنے والے کو چھ ماہ قید یا پانچ ہزار روپیہ جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔

ظاہر ہے کہ شراب پینے کے جرم پر مواخذہ اور گرفتاری کی یہ صورت شریعت کے مقرر کردہ قانون شہادت کے خلاف بلکہ اثبات جرائم کے لیے جو شہادت کے احکام شریعت نے مقرر کیے ہیں جن کی تفاصیل فقہ اسلامی میں موجود ہیں ان کا انکار ہے۔ پھر یہ کہ اس بل کی تفصیل جن مضمرات کی حامل ہے۔ اس کی رو سے تو شاید ہی کوئی شخص اس جرم پر ماخوذ ہو سکے۔ اس لیے کہ اول تو اس جرم کو ثابت یا پیش کرنے کی صورت افسر کی حد تک محدود کی گئی۔ پھر یہ کہ عام جگہ کی قید سے مخصوص اور محفوظ مقامات پر شراب نوشی کو جرم ہونے سے بچا لیا گیا۔ نیز یہ کہ مجرم شخص کو ڈاکٹر کے پاس جانے پر پابند ہونے کی کوئی ضمانت واضح نہیں کی گئی۔ اور ان باتوں سے قطع نظر اصل جرم کے ثبوت کو ڈاکٹری رپورٹ پر موقوف کر دیا گیا۔ اس معاشرہ میں جبکہ ہر قسم کی رپورٹیں سستے داموں کثرت سے مل جاتی ہیں کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ اس طریقہ سے شراب نوشی کی سزا کا نفاذ ہو سکے گا؟

غرض ایک طرف تو اس بل نے قانون شہادت کو مسخ بلکہ رد کیا جس کا نتیجہ یہی ہے کہ شراب کی بندش بے معنی و بے اثر ہو کر رہ جائے۔

دوسری طرف قابل افسوس یہ بات کہ قانون شریعت نے تو شراب نوشی کی یہ سزا متعین کی ہے کہ شرابی پر برسر عام اسی کوڑے لگائے جائیں۔ اسمبلی نے شریعت کی طے کردہ سزا کو بدل کر ایک دوسری سزا تجویز کی۔ جرائم کی اسلامی سزاؤں کو بدلنے کا طریقہ دین میں کھلی ہوئی تحریف اور اللہ کے فیصلوں کے خلاف فیصلے نافذ کرنا ہے۔ جس کو قرآن کریم نے فرما دیا ہے۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکافرون۔

اس بنا پر اسمبلی کا یہ بل اپنے جن مضمرات پر مشتمل ہے انتہائی افسوسناک اور قانون اسلام میں تحریف ہے، گویا اس بل نے ایک طرف اثبات جرم کے شرعی قانون کو بدلا تو دوسری طرف اصل شریعت کی طے کردہ سزا کو چھوڑ کر اپنی طرف سے دوسری سزا تجویز کی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظام اسلام کا جاری کرنا نہیں بلکہ قوانین شریعت کو مسخ کرنا ہے۔

نقطہ نظر

پاکستان اور اسلامی آئین

میاں ذوالفقار علی رکن جمعیۃ علماء اسلام بھاٹی دروازہ لاہور

اس دنیا میں بسنے والوں کا مالک صرف اللہ ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس دنیا اور اس دنیا کے بسنے والوں کو پیدا کیا ہے ہر چیز کا پیدا کرنا اور حکم دینا صرف اللہ ہی کا کام ہے یعنی اقتدار اعلیٰ اور حق حاکمیت صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اس میں کوئی فرد یا کوئی خاندان یا کوئی طبقہ بلکہ پوری نوع انسانی بھی ذرہ برابر اس کی شریک اور حصہ دار نہیں۔ انسان اس کی پیدائشی رعیت ہے۔ قانون سازی صرف اللہ ہی کا مخصوص حق ہے۔ یعنی اصل قانون ساز صرف اللہ ہی ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

احکام الٰہی یعنی قوانین خداوندی قرآن کریم کی شکل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی طرف سے انسانوں کو پہنچا دیئے ہیں جو قرآن کی صورت میں اصولی حیثیت سے اور احادیث میں تفصیلی حیثیت سے موجود ہیں۔ یعنی شریعت اسلامی کے اولیں ماخذ قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن کریم وہ زندہ کتاب ہے جس کی صداقت لازوال ہے۔ اس کی صداقت میں بال برابر بھی فرق نہیں۔ - - - - - - - اس کی سچائیاں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ اس کے الفاظ میں نہ کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ اس کی آیات حقائق کی ترجمان ہیں۔ اس میں دیا ہوا آئین انسانی زندگی کا آئین ہے۔ کسی بھی فرد یا ادارے یا سیاسی جماعت کو بطور خود حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے لیے یا کسی دوسرے کے لیے آئین بنائے۔ کسی منتخب جماعت کے ذریعے اللہ کے آئین میں روز قیامت تک کسی قسم کا ردوبدل اور تحریف و الحاق نہ ہو سکے گا۔ کتاب اللہ کے نزول اور حفاظت کی غرض و غایت یہ ہے کہ اسلامی جماعت کے اندر نظام حکومت اس ضابطہ خداوندی کے ماتحت قائم ہو۔ وہ قوم جو خدا پر ایمان رکھتی ہے زندگی کے معاملات اور مسائل اسی قانون کے مطابق کریں۔

یہ وہ کتاب عظیم ہے جس میں انسانی انقلاب کا مکمل پروگرام دیا گیا ہے قرآنی اصول فطرت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ قرآن کریم سیاسی، اقتصادی، اخلاقی، اعتقادی، فکری، معاشرتی، روحانی پہلوؤں کی ترقی و تربیت کا مکمل ضابطہ ہے۔ انسانیت کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اس کے دائرہ سے باہر ہو۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو ہر جگہ انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ انسان جو قدم بھی اٹھانا چاہتا ہے اللہ تعالےٰ کی ہدایت سامنے پاتا ہے۔ قرآن کا آئین دینی فلاح و بہبود کا تاقیامت ضامن ہے اور قیامت تک کا دستور العمل ہے۔ قرآن حکیم احکام الٰہی کا ایک مجموعہ ہے جس کی نوعیت وقت کے بدلنے سے بدل نہیں سکتی۔ جو فرد یا جماعت آئین بناتی ہے یا آئین سازی کرتی ہے اور اپنی مرضی کو قانون قرار دیتی ہے وہ خدا سے بغاوت کرتی ہے اور دین اور قوم کے اندر فتنہ اور فساد قائم کرتی ہے اور شریعت کی رو سے واجب السزا ہے۔ یہ وہ آئین ہے جو دنیا بھر میں قوموں کے مسائل حل کرتا ہے۔

یہ ہے وہ قرآن کریم کا آئین جس کو اس خطہ پاکستان جو بھاری قربانیاں دینے کے بعد حاصل کیا گیا تھا میں نافذ ہونا تھا اب پاکستان کی قوم ایک مرکز پر اکٹھی ہو کر پھر ایک بار اس اسلامی آئین کے نفاذ کا مطالبہ کر رہی ہے اب سمجھنا یہ ہے کہ ان احکام خداوندی کو نافذ کرنے کے لیے کون سے فرد اور جماعت کی ضرورت ہے کیا چھ کروڑ کی آبادی کے خطہ پر وہ فرد اور ان کی جماعت نافذ کرے گی جنہوں نے ہدایات الٰہی سے منہ پھیر لیا ہوا ہے اپنی ذات پر دین کو قائم نہیں کر سکے اور سوشلزم یا کسی غیر اسلامی نظام کا راستہ ہموار کرنے کے لیے کوشاں ہیں اور اسلام کا نام لے

(باقی ۳۰ پر)

مجلس ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی ناجائز ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم

بعد الحمد والصلوٰۃ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ○

اللہ تعالےٰ کے مقدس کلام کی ایک آیت تلاوت کی جس میں خدا نے اپنے بندوں کو اپنی یاد کی طرف توجہ دلائی ہے اور شکر کا حکم دے کر ناشکری و کفران نعمت سے روکا ہے۔

خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ جتنا اس کا شکر بجا لاؤ گے اتنا ہی نعمتوں میں اضافہ ہو گا۔ اور ناشکری و کفرانِ نعمت سے گھاٹا اور نقصان۔

سورۃ ابراہیم میں ارشاد ہے :-

"اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں (نعمتوں میں) زیادتی کروں گا۔ اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

یاد رکھیں شکر محض زبانی جمع خرچ کا نام نہیں بلکہ اللہ نے جو نعمت دی ہے اس کے مناسب حال شکر ادا کرنا ضروری ہے ایک آدمی کو اللہ نے صحت و دولت سے نوازا ہو اور وہ محض زبان سے شکر شکر کرتا رہے نہ نماز پڑھے نہ زکوٰۃ ادا کرے تو یہ شکر نہیں بلکہ کفرانِ نعمت ہے۔ شکر تو یہ ہے کہ صحت و عافیت کو غنیمت سمجھ کر اس کی بکثرت عبادت بجا لائے اور دولت کو اس کا عطیہ سمجھ کر اس کی راہ میں خرچ کرے، زکوٰۃ دے، دوسرے صدقات واجبہ ادا کرے، اپنے متعلقین کے حقوق پورے کرے اور ہر ضرورت مند پر اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرے۔

اس وقت ایک عظیم نعمت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ ہے یہ ملک! جس کے لیے یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا گیا!

اور اللہ سے یہ وعدہ کیا گیا کہ ملک مل جانے پر اس میں تیرے نازل کردہ قانون کو نافذ کریں گے۔ اللہ تعالےٰ نے ملک عطا فرما دیا۔ لیکن افسوس کہ تیس سال میں یہاں لا الٰہ کا بول بالا نہ ہونے دیا۔ رسہ کشیوں کی ایک کھیپ کے بعد دیگرے چلتی رہی اور اس نے رشوت، سفارش، بددیانتی، دھوکہ، سود، شراب و بدکاری۔ الغرض ہر اس چیز کو فروغ دیا جو اسلامی نظام حیات میں کفر کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن اگر نہ پنپنے دیا تو اسلامی ضابطۂ حیات کو۔ حالانکہ شکرانِ نعمت کے اصول کے تحت فی الفور اس میں اللہ کا قانون ہونا چاہیے تھا۔

حکمران طبقہ کے کرتوت آپ کے سامنے ہیں۔ دنیا کے ممالک میں الیکشن ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے یہاں یہ دوسرا ایکسن ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ قوم کا اس سے اعتماد ہی اُٹھ گیا ہے۔ پہلا الیکشن ہوا تو جھگڑے فسادات کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ نصف حصہ ملک الگ کر دیا گیا۔ اور اب الیکشن ہوا تو زبردستی عوام کی گردنوں پر مسلط رہنے کے خواہش مند افراد نے یہ غضب ڈھایا کہ خلق خدا کی رائے کو ٹھکرا کر من پسند نتیجے مرتب کر دیے اور اب تک ضد و ہٹ دھرمی کا شکار ہیں۔ اور خلقِ خدا سراپا احتجاج ہے۔

انتخاب و الیکشن کا اصل اور صحیح طریقہ تو یہ تھا کہ اہل الرائے امراء و حکمران چنتے۔ لیکن جو طریق اپنایا گیا اور جس کو عوام نے قبول کیا اس کا یہ حشر ہوا کہ خدا کی پناہ!

اب بگڑے ہوئے معاملات ایک ہی طریق سے درست کیے جا سکتے ہیں کہ اپنے پیدا کرنے والے کے حضور جھکیں، اس کی عبادت و بندگی بجا لائیں، بدنی و مالی ذمہ داریاں پوری

کریں، خالق و مخلوق کے حقوق پورے کریں۔

اس طرح تو خالق کائنات راضی ہوں گے اور پھر عجب نہیں کہ یہ ملک جنت ارضی بن جائے گا اور اس میں عدل و انصاف کی حکومت قائم ہوگی بلکہ مشرقی پاکستان کی واپسی بھی آسان ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ سچے وعدے والا خدا مزید عطا فرمائے گا اور مسلمان پھر دنیا کے رہنما اور ہادی بن جائیں گے۔ کفرانِ نعمت کی جو لت پڑی اسی کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان گیا۔ اور اب اس مختصر حصہ کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ بے امنی، بے اطمینانی، اشیاء صرف کی کمیابی و نایابی، معاشیات و اقتصادیات کا نظام درہم برہم ہوگیا اور کسی پل بھی چین نہیں۔

کئی جنگوں کے واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ کہ فتح میں تاخیر ہوئی تو مسلمانوں نے اپنے بڑوں کی طرف رجوع کیا اُدھر سے توجہ دلائی گئی کہ اپنے اعمال کا جائزہ لو، کہیں کوئی کوتاہی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے۔ چنانچہ اپنا محاسبہ کرنے کے بعد جو دراڑ نظر آئی اس کو پُر کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین سے نوازا۔ ایک جنگ میں تو محض مسواک کی سنت کو ترک کرنے کے سبب بے پناہ تاخیر ہوئی تھی کہ جب اس کو دوبارہ اپنا لیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے امداد فرمائی۔ اور فتح نصیب ہوگئی۔ اب بھی ہم سب کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے بلکہ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ داعی و مبلغ کا کردار ادا کرکے دوسرے بھائیوں کو بھی توجہ دلائے اور جہاں پانی مرتا نظر آئے وہاں بند باندھا جائے۔

نماز و زکوٰۃ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کلید کامیابی ہے۔ اس کے بغیر کامیابی کا تصور ہی محال ہے۔ مسلمانوں کے ملک سے بات نہیں بنتی، بات اسلامی ملک سے بنتی ہے۔ انفرادی نیکی تو انگریز کے زمانہ میں بھی ہوتی تھی۔ ضرورت اجتماعی نیکی کی ہے۔ اسلامی عدل، اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ کی ہے۔ بتوں کے رنج دینے سے شراب و جوا کی بندش کا اعلان اسلام کی خدمت نہیں بلکہ محض اپنی گرتی دیواروں کو سہارا دینے والی بات ہے۔ خدمت اسلام یہ ہے کہ اسلام ہر طرح ملک کا قانون بنے اور چاروں طرف اسلام کا نور نظر آئے۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ اپنے دین کے معاملہ میں فراڈ اور دھوکہ برداشت نہیں کرتے۔

ہمیں اپنے قومی اتحاد کی ہدایات کے مطابق اپنی صفوں میں نظم و اتحاد قائم رکھنا چاہیے، بدنظمی وغیرہ سے پرہیز کرکے اپنے حقوق کی جنگ جاری رکھنی چاہیے۔ جو زیادتیاں ہو رہی ہیں اور جس طرح ہر نوع کا ظلم کرنے کے بعد اب فوج اور عوام کو ٹکرانے کی سازش ہو رہی ہے وہ باعثِ شرم ہے۔ حضور علیہ السلام نے مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کو بھی منع فرمایا چہ جائیکہ اسے گولیوں سے بھون دیا جائے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیسا اسلام ہے اور کیسی خدمت دین ہے۔ اور سپاہیوں کے لیے یہ فخر کی بات نہیں! شرم کی بات ہے۔ جوتوں سمیت مسجد میں جانا، علماء اور دوسرے مسلمانوں پر ظلم کرنا اور مسجدوں کے اندر زیادتیاں کرنا انتہائی باعث شرم ہے۔

بہرحال اللہ کی یاد کا شغل جاری رکھیں۔ خلوت میں جلوت، اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے، ہر حال میں اس کی یاد میں مشغول رہیں۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نورِ بصیرت

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:

"معشوقِ حقیقی ہر چیز کو جانتا ہے، ہر چیز کو دیکھتا ہے، ہر چیز کو سنتا ہے۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، وہ شدید الغیرۃ ہے۔ اس کے سامنے بجز خشوع و خضوع اور راز ہائے بستہ کے اخفاء اور عبودیت کاملہ اور اتباع سید العشاق ﷺ کوئی چیز کارآمد نہیں۔"

"جہاں تک ممکن ہو اتباعِ شریعت اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی۔ بعد ازاں ہمیشہ ملحوظِ قلب و بصر رکھیے۔ ذکر میں غفلت نہ کیجیے اپنی غفلت و معاصی پر ہمیشہ تائب و مستغفر رہیے۔ عمر گرانمایہ ضائع مت کیجیے۔"

مرسلہ: رستم علی ناصر، لاہور

خطبہ جمعہ

پاکستان قومی اتحاد کی اپیل پر ۲ مئی ۷۷ء کو ملک بھر میں یوم شہداء منایا گیا اس موقعہ پر حضرت امام مرشد انور سید مدظلہم نے مسجد شیرانوالہ میں جو خطاب فرمایا اس کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

ضبط و ترتیب : علوی

شہید

اللہ کا محبوب — ملت کا محسن

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔

ترجمہ : اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

(حضرت شیخ الہند قدس سرہ)

اللہ تعالے نے راہ حق میں جان قربان کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے کہ انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اور دوسرے مقام پر مردہ گمان کرنے سے بھی روکا اور فرمایا۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ انہیں اللہ تعالے کے یہاں رزق نصیب ہوتا ہے ان کی ارواح سبز پرندوں کے قالب میں ڈال دی جاتی ہیں اور جنت ان کی سیرگاہ ہوتی ہے جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔

وعدہ اور کردار

تیس سال ہوئے پاکستان معرض وجود میں آیا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ یہ ملک کیوں بنا تھا ؟ اور اس سے بھی ہر کوئی واقف ہے کہ ملک بنانے والوں نے اور اب تک کے برسر اقتدار طبقات نے اس وعدہ کے معاملہ میں کیا روش اختیار کی ؟ میں نے کل شام مجلس ذکر کے موقعہ پر بھی عرض کیا تھا کہ سب کچھ ہوتا رہا بلکہ سرکاری سرپرستی میں ہر چیز کو فروغ دیا گیا لیکن اگر نافذ نہ ہوا تو اسلام اور وہ آج بھی غریب الغرباء ہے۔ ہر آنے والے نے اسلام کو بطور حربہ ہتھیار کے استعمال تو کیا لیکن مسند اقتدار پر براجمان ہونے کے بعد یاد ہی نہ رہا کہ ہم مسلمان ہوں اور ہم نے خدا اور اس کی مخلوق سے کوئی وعدہ کر رکھا ہے۔

قربانی و ایثار

اس پورے عرصہ میں علماء ربانیین اور عوام کا ایک طبقہ مسلسل جدو جہد کرتا رہا۔ اس کے جواب میں حضور نبی مکرم علیہ السلام کے خادموں پر جو ظلم توڑے گئے وہ معلوم ہیں اور کوئی فائدہ نہیں کہ اس داستان کو چھیڑا جائے۔ ۵۳ء کا زمانہ کس کو بھولا ہے جب مرزائیوں سمیت تمام ملحد بے دین طاقتیں متحد ہو کر اہل اسلام کے مقابلہ میں آگئیں اور تخت اقتدار پر متمکن افراد کی سرپرستی میں آگ و خون کا ڈرامہ کھیلا۔ محض اس لیے کہ دین داروں کی کامیابی بالآخر اس ملک میں نظام اسلام کے نفاذ کا ذریعہ بنتی ۔ بعد ازاں ایوبی دور میں عائلی قوانین کے مسئلہ میں پھر میدان جہاد گرم ہوا اور ابھی وہ لوگ بکثرت موجود ہیں جنہوں نے ظلم و زیادتی کے انوکھے انداز دیکھے ، کیوں ؟ صرف اس لیے کہ یہاں اسلام کا نور نہ پھیلے۔

۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حکمران طبقہ کسی حد تک

بات ماننے پر مجبور ہو گیا لیکن ۲ سال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی یہاں اس آئینی ترمیم کے مطابق عمل نہیں ہوا اور تازہ انتخابی ڈھونگ میں اقلیتی نشستوں سے کوئی بھی مرزائیوں کا ممبر نامزد نہ کرنا کسی بڑے خطرے کی نشاندہی کرتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ غاصب برسر اقتدار ٹولہ پاپائے ربوہ سے کوئی ساز باز کر چکا ہے۔

اور اب

۷۷ء کا انتخابی دور آیا تو ملک کی ۹ جماعتوں نے ایک پلیٹ فارم سے انتخاب لڑنے کا اعلان کیا۔ اور اپنا منشور اس انداز سے مرتب کیا جس کے ذریعہ "اسلامی مملکت" کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔ اس منشور کے پیش نظر اللہ کی مخلوق نے اجتماعی حیثیت سے اپنا وزن قومی اتحاد کے پلڑے میں ڈال دیا۔ اور ہر طبقہ نے اپنی ہمت و وسعت سے بڑھ کر قربانی دی۔ لیکن انتخابی نتائج سبوتاژ کر دیئے گئے اور اتنی بھیانک سازش کی گئی جس کی تاریخ میں مثال مشکل سے ملے گی۔ اس دیدہ دلیری کا مقصد بھی محض یہی تھا کہ یہاں اسلام کا فروغ نہ پھیل سکے۔

لیکن قومی اتحاد کی بیدار مغز اور بہادر قیادت نے بہادر عوام کی تائید و حمایت سے وہ تحریک شروع کر دی جس کی مثال تحریک خلافت کے بعد مشکل سے ملے گی۔ اس تحریک میں ملک بھر کے عوام نے جس طرح حصہ لیا اور جذبات جہاد سے سرشار ہو کر کفن بردوش ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا اس سے ماضی کی داستانہائے عزیمت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

انتظامیہ کی سفاکی

یہ پُرامن تحریک جس کا مقصد صرف اور صرف ملک میں اسلامی نظام عدل کا قیام ہے کو قوت و طاقت سے دبانے کے لیے غاصب حکمرانوں کی شہ پر انتظامیہ نے جس طرح سفاکی و بربریت کا مظاہرہ کیا وہ ان مسلمان کہلانے . . . کے منہ پر ایسی کالک ہے جسے سات سمندروں کا پانی بھی صاف نہیں کر سکتا۔

آپ اندازہ لگائیں مساجد کی بے حرمتی کی گئی ان میں جوتوں سمیت گھس کر وہاں غنڈہ گردی کی گئی۔ لوگوں کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے سے روکا گیا، علماء کی داڑھیوں کے بال نوچے گئے، عفت مآب بیٹیوں کے سر سے دوپٹے چھین کر ان پر لاٹھی چارج کیا گیا۔ قانون دان طبقہ پر لاٹھیاں برسائی گئیں، طلباء کو مشق ستم بنایا گیا۔ حتیٰ کہ کوئی بھی اس سنگدلی سے نہ بچا۔

ملک کے مختلف شہروں میں انتہائی بے شرمی اور وحشیانہ انداز سے گولی کا استعمال کیا گیا جس سے لاتعداد مسلمان شہید ہو گئے۔ کئی ایک مقامات پر ان شہیدانِ وفا کی نعشیں غائب کر دی گئیں۔ اور متعدد جانوں کا قیمہ کر کے جھوٹ بولا گیا اور اصل سے بہت کم تعداد بتلائی گئی۔ الغرض انسانیت کے ان دشمنوں، بھیڑ نما بھیڑیوں اور ازلی بدکار اور ٹوڈی خاندانوں کی ذریت نے اس چنگیزیت کا مظاہرہ کیا کہ الاماں!

ہدیۂ تبریک

لیکن محمد مدنی علیہ السلام کے وہ غلام ہزاروں ہزار مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اپنے بھائیوں کو تڑپتے دیکھا پھر بھی پیٹھ نہیں پھیری اور مردانہ وار آگے بڑھے حتیٰ کہ ظلم کی دیواروں سے ٹکرا کر ثابت کر دیا کہ ایمان و استقامت کو شکست دینا کسی کے بس میں نہیں انہی ملت کے عظیم فرزندوں کی یاد منانے کے لئے آج اعلان ہوا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ دن ہم اس طرح منا رہے ہیں کہ ملک کے تین بڑے شہروں میں مارشل لاء مسلط ہے۔ ساتھ ہی ساتھ کرفیو کا سلسلہ ہے اس کے علاوہ مختلف شہروں میں ۱۴۴ کی سیاہ دفعہ موجود ہے۔ ذرائع ابلاغ فرد واحد کے لیے مختص ہیں۔ پریس سنسرشپ کا شکار ہے۔ اس کے باوجود ہم یہ دن منا رہے ہیں اور یہ اقدام ہمارے عزائم کی عکاسی کرتا ہے کہ ہم ان شہیدانِ ناز کے نقش قدم پہ چل کر اپنی منزل کی طرف سفر جاری رکھیں گے اور وہاں پہنچ کر دم لیں گے۔

(باقی ۱۶ پر)



معاشرے کا سنگین ترین جرم

سزا موت

(محمد انور قریشی)

کیا آپ جانتے ہیں ؟

اسلام میں زنا کا مرتکب انسان سوسائٹی میں رہنے کے قابل نہیں۔ وہ معاشرے کے لیے ناسور اور زہر قاتل ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک اس قدر ذلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سطح ارض پر زندہ رہنا بھی گوارا نہیں کرتے ایسے قبیح فعل کا مرتکب اپنی ماں، بہن، بیٹی، اپنے اور پرائے کسی کے ساتھ بھی زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں۔ اسی لئے شادی شدہ زانی کے لیے سنگسار کرنے کی سزا مقرر کی ہے تاکہ اس کے پرخچے اڑیں، سب کے سامنے خوب رسوائی ہو اور عوام الناس کو نصیحت و عبرت حاصل ہو۔

علی الاعلان سزا

ایک طرف بُرے میلان رکھنے والوں کے دماغ درست کر دے گی اور دوسری طرف حکام سزا دینے میں بے جا رعایت کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ قرآن مجید میں واضح حکم یہ ہے :

"زانیہ عورت اور زانیہ مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تم کو ان دونوں پر اللہ کی حدود نافذ کرنے میں رحم نہ آنا چاہیے۔ اگر تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دیتے وقت مسلمان کی ایک جماعت موجود رہے۔"
(نور : ۲۰)

اس آیت میں زنا کی جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ غیر شادی شدہ کے لیے ہے۔ آج کل سو کوڑے کی سخت سزا کون برداشت کر سکتا ہے ؟ شادی کے بعد زنا کے مرتکب کی سزا بحکم نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم رجم یا سنگسار ہے یعنی پتھر مار مار کر موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔ اگر کسی عورت پر جبراً بدکاری کا فعل سرزد ہو تو اس کو سزا نہیں دی جاتی۔

اسلام میں مرد کا مرد کے ساتھ بدفعلی کرنا (سوڈومی) بھی جرم ہے۔ قوم لوط کو اسی گناہ کبیرہ کی وجہ سے سخت عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے : "جس شخص کو تم قوم لوط کا فعل کرتے پاؤ، فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔" (ترمذی)

پاک دامن پر تہمت

آج کل معاشرے میں خوفِ خدا کے فقدان اور غیر ذمہ دارانہ رویہ کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے پر زنا کی تہمت لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ زنا کی تہمت لگانے والوں کے لیے جو چار عینی شاہد نہ لا سکیں۔ اسّی دُرّے لگانے کی سزا بھی قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ اس طرح اسلام نے انسانی نسل کے باہمی روابط میں پاکیزگی اور پاکدامنی کی پوری حفاظت کی ہے۔

بدکاری مثل شرک

بدکاری کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ یہ تو شرک اور بُت پرستی کی طرح کافرانہ فعل ہے۔ نیت بد سے غیر عورت کو دیکھنا، سننا، باتوں سے لطف اندوز ہونا، اس کو چھونا وغیرہ آنکھ، کان، زبان اور ہاتھ کے زنا ہیں۔ برہنہ یا غیر برہنہ تصاویر اور مجسموں کی تماش بینی بھی اسی قسم کی برائی ہے۔ ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں:-

۱۔ شرک کے بعد تمام گناہوں سے بڑا گناہ اپنے ہمسایہ کی عورت سے زنا کرنا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ زانی زنا کے وقت، شرابی شراب پی کر، چور چوری کرنے کے وقت ایمان دار نہیں ہوتے۔ ان اوقات میں ایمان جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ زانی مثل بت پرست کے ہے۔ (خرائطی)

۴۔ دونوں آنکھوں کا زنا غیر عورت کو دیکھنا۔ کانوں کا زنا اس کی باتوں کو سننا، زبان کا زنا غیر عورت سے باتیں کرنا، ہاتھ کا زنا اس کو چھونا، پاؤں کا زنا اس کی طرف چلنا ہے، دل کا زنا یہ ہے کہ وہ زنا کا ارادہ کرے۔ باقی شرمگاہ ان باتوں کو سچا کرتی یا جھوٹا۔ (احمد)

قوم لوط کا فعل

زنا سے بھی زیادہ سنگین ہے اور ایسا انسان جانور سے بھی بدتر ہے کیونکہ جانور بھی ایسے فعل بد کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اس پر فرشتے اور تمام انسان لعنت کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہے۔ ارشاداتِ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں:-

۱۔ جس شخص نے جوان لڑکے کو شہوت سے چھوا اس پر خدا تعالیٰ، فرشتے اور تمام انسان لعنت کرتے ہیں۔

۲۔ اپنی امت پر مجھے جس بات کا سب سے زیادہ خوف ہے کہ وہ قوم لوط کے عمل کا خوف ہے۔ (ترمذی)

۳۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھتے جو مرد یا عورت سے ساتھ لواطت کرے۔ (خواہ وہ بیوی ہی ہو) (ترمذی)

بدکاری باعثِ غربت و ذلت

بدکار شخص اپنے فعل بد کی سزا میں غربت اور بدحالی کا شکار ہوتا ہے۔ جب بدکاری کثرت سے پھیل جاتی ہے اور عام ہو جاتی ہے تو وہ قوم مفلسی اور ذلت میں مبتلا ہوتی ہے۔ اس پر قحط اور عذاب نازل ہونے کے امکانات ہو جاتے ہیں۔ ارشاداتِ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں:-

۱۔ "زنا مفلسی کو پیدا کرتا ہے، چہرہ کی رونق کو دور کرتا ہے اور عمر کو کم کرتا ہے۔" زنا کو چھوڑ دینا روزی کو جاری کرتا ہے۔

۲۔ جب زنا عام ہو جائے گا تو فقر، مسکنت اور ذلت بھی عام ہو جائے گی۔ (ابو یعلیٰ)

۳۔ جب کسی شہر میں زنا اور سود عام ہو جائیں تو ان لوگوں پر اللہ کے عذاب کا نازل ہونا حلال ہو جاتا ہے۔ (حاکم)

۴۔ جس قوم میں زنا عام ہو جاتا ہے اس کو قحط کی پکڑ ہوتی ہے۔ اور جس قوم میں رشوت پھیل جاتی ہے اس پر دشمن کا رعب غالب ہو جاتا ہے۔ (احمد)

معاشرے کی پاکیزگی

اسلام نے معاشرے کی پاکیزگی کے لیے کچھ گناہوں کی سخت سزا مقرر کی ہے جیسے ڈاکہ، قتل، چوری، بدکاری، تہمت، شراب نوشی وغیرہ۔ تاکہ انسان سزا کے خوف سے ایسے گناہوں کا مرتکب نہ ہو۔ سخت سزا کا خوف خود باعث اصلاح ہے۔ ان سزاؤں یعنی شرعی حدود کو نافذ کرنے کی سخت تاکید ہے۔ مسلمان کے لیے انگریز کے بنائے ہوئے جاہلیت کے کافرانہ قانون بیکار ہیں۔ مغربی تہذیب میں جب کوئی گناہ معاشرے میں بڑی کثرت سے پھیل جاتا ہے جیسے زنا، شراب نوشی وغیرہ اور لوگوں کی اصلاح ازحد مشکل معلوم ہوتی ہے تو مختلف بہانوں سے اس کو جرم قرار نہیں دیا جاتا بلکہ اس کو معاشرے کا معمول سمجھا جاتا ہے۔ اسلام اس طرح معاشرے کو پراگندہ نہیں کرتا۔ غیر مسلم ممالک کی یہ سازش ہوتی ہے کہ مسلمان میں عریانی، فحاشی، شراب نوشی، بدکاری جلد از جلد کثرت سے پھیل جائے تاکہ وہ خدا پرست نہ رہے بلکہ نفس پرست اور شیطان پرست بن جائے۔ اس میں پاکیزگی، اسلامی جذبہ اور کردار مفقود ہو جائے۔

اس کے برعکس اسلام میں عدالت کو شرعی ثبوت مہیا ہونے کے بعد نہ معافی دینے کی اجازت ہے اور نہ ہی امیر کی رعایت کرنے کی۔ منصف حاکم لوگوں کی ملامت کی پروا نہ کرے۔ ارشادات خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں:-

۱- باعفت لوگوں کی خطاؤں یعنی بھول چوک کو معاف کر دیا کرو۔ لیکن شرعی حدود کو معاف نہ کرو۔ (ابوداؤد)

۲- سب پر اللہ کی حدود جاری کرو اور اس میں ملامت کرنے والے کی پروا نہ کرو۔ (ابن ماجہ)

بدکاری کی سنگین ترین سزا

اسلامی احکامات سے صاف ظاہر ہے کہ بدکاری معمول زندگی اور جزو معاشرہ نہیں ہے جیسا کہ دین سے بے بہرہ لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ بدکاری شرک اور بت پرستی کی طرح کافرانہ فعل ہے۔ جس کے دوران مسلمان کا ایمان جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ مسلمان کو ایسے مراکز اور اداروں کے نزدیک جانے سے بھی منع کیا ہے۔ پھر مسلمان کافروں کے نقش قدم پر کیسے چل سکتا ہے؟ مجاہد قوم کے جوانوں کو ہمیشہ فحاشی، بدکاری اور شراب سے نفرت ہوتی ہے۔ ایسے ہی افعال قوم کی غربت، ذلت، قحط، عذاب اور تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ مسلمان عوام کی پاکدامن خاتون محفوظ نہیں ہے۔ اس غریب کے صدمے کا اندازہ لگائیں جب اس کو دھوکہ سے یا جبراً نفسانی خواہش کا شکار بنایا جاتا ہے۔ اس کے والدین اور رشتہ داروں کے لیے یہ حادثہ موت سے بھی زیادہ صدمے کا باعث ہوتا ہے۔

قرآن کی رو سے جو انسان اپنی خواہشات، جذبات اور شہوات کو اپنا خدا بنا لیتا ہے یعنی اندھا دھند پیروی کرتا ہے، ان کی تکمیل کے لیے حرام ذرائع اور سب قوتیں صرف کرنے پر تل جاتا ہے۔ وہ اس دیوانگی میں معاشرے اور دوسروں کی خانگی زندگی کو اپنی نفس پرستی کے لیے برباد کرنے سے گریز نہیں کرتا وہ جانور ہے بلکہ جانور سے بھی بدتر ہے۔ وہ اپنے اوپر کسی قسم کی پابندی عائد کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ ارشاد ربانی یہ ہے:-

"کیا آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ سو کیا آپ اس کے وکیل بنتے ہیں؟ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے ہیں یا عقل رکھتے ہیں؟ یہ تو محض جانوروں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ (یعنی بدتر) ہیں۔" (الفرقان: ۴۴)

مسلمان اپنی خواہشات اور شہوات پر حکمران ہوتا ہے اس کا غلام نہیں ہوتا۔ وہ

خدا پرست ہے نفس پرست نہیں

اس طرح وہ حیوانیت کے پست درجہ میں گرنے سے بچتا ہے۔ اسلام نے لذائذ حیات اور مسرتوں سے لطف اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ مگر اسلام کے ضابطۂ حیات کے اندر رہ کر۔ اسلام نفسانی دیوانوں کو معاشرے کو درہم برہم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بدکار انسان معاشرے میں ہر سو فساد کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے معاشرے کو بربادی سے بچانے کے لیے بدکاری کی سزا سنگین ترین ہے۔ چوری کی سزا قطع ید (ہاتھ کاٹنا) ہے اور قتل کے بدلہ میں قصاص سے رعایت کی گنجائش ہے۔ یعنی جان بچ سکتی ہے مگر بدکاری کی سزا سنگسار، موت ہے اور حکم ہے کہ سزا دینے میں رحم نہ کرو اور ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرو۔

پُرخلوص مہم

جب سے اسلامی احکامات کو پس پشت ڈالا ہے بدکاری و بدامنی معاشرے میں بڑھتی جا رہی ہے اس لیے اصلاح معاشرہ کے لیے اصلاحات کی سخت ضرورت ہے ایسے گناہوں کی ابتدا فحاشی سے ہوتی ہے اور انتہا بدکاری ہے ایک سبب مخلوط تعلیم، ملازمت اور روابط ہیں جو قطعاً غیر ضروری ہیں۔ یہ قرآنی احکام کے برخلاف ہیں۔ ظاہر ہے کہ خواتین کی تعلیم علیحدہ بھی ہو سکتی ہے۔ مسلمان کا ایمان ہے کہ جو فعل اللہ کے احکام کے برخلاف ہوگا اس میں کامیابی نہیں ہے۔ وہ ہر زمانے میں فتنے کا باعث ہے۔ عریانی، فحاشی، بدکاری کے اسباب اور اس کے مراکز تو بہت ہیں جو سب کو معلوم ہیں۔ ان کے انسداد کی عملی تدابیر بھی نامعلوم نہیں ہیں۔ صرف ایک پُرخلوص مہم کی ضرورت ہے جس میں حکومت، علماء، صحافی، نوجوان سب مل کر وعظ،

(باقی ۱۶ پر)

ایک دعوت ۔ ایک تحریک

ہدیۃ المہدیین فی آیۃ خاتم النبیین

حال ہی میں "مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان" کی طرف سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع (بانی دار العلوم کراچی) کا عربی رسالہ ھدایۃ المھدیین فی آیۃ خاتم النبیین شائع کیا گیا۔ جو موصوف نے حضرت الاستاذ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حکم سے حضرت کی نگرانی میں مرتب فرمایا تھا۔ اس میں مسئلہ ختم نبوت پر ۳۳ آیات، ۱۶۵ احادیث، صحابہؓ و تابعین کے آثار، علمائے امت کے ارشادات اور کتب سابقہ کی شہادتوں کا بے نظیر ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ عربی میں اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے جس پر حضرت امام العصرؒ نے حضرت مؤلف کو بہت داد دی تھی۔

"مجلس تحفظ ختم نبوت" کی جانب سے اس کی اشاعت اس مقصد کے پیش نظر کی گئی ہے کہ نہ صرف اندرون ملک ہر عالم اور عربی دان اس سے مستفید ہو بلکہ ایشیا، افریقہ اور یورپ کے ان تمام ممالک کے اہل علم تک یہ کتاب پہنچائی جائے۔ جہاں قادیانی فتنۂ ارتداد کے اثرات ہیں اور جہاں عالمی زبانوں میں مستند اور ٹھوس لٹریچر کا تقاضا شدت سے ہو رہا ہے۔ ارادہ ہے کہ سر دست اس کتاب کا ایک لاکھ نسخہ بھجوانے کا بندوبست کیا جائے اور اس کی شکل یہ تجویز کی گئی ہے کہ وہ تمام

اہلِ خیر

جنہیں دین اور اس کے تقاضوں کا احساس ہے انہیں

صدقہ جاریہ

کی طرف توجہ دلائی جائے کہ وہ حسب استطاعت اس کے سو سو، ہزار ہزار نسخے خرید کر خود بھجوائیں، یا یہ کام "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے سپرد کر دیں۔

جو حضرات

اس صدقہ جاریہ کی تحریک میں حصہ لیں گے انہیں کتاب اصل لاگت پر مہیا کی جا رہی ہے یعنی فی سیکڑہ ۳۰۰/۰۰ روپے اور فی ہزار ۲۴۰۰/۰۰ روپے۔

اس چھوٹی سی کتاب کے ایک لاکھ نسخے بھجوا دینا قومی سطح پر معمولی سی بات ہے۔ مگر اس کے اثرات انشاء اللہ دنیا و آخرت میں خیر و برکات کا موجب ہوں گے۔

میں تمام احباب و مخلصین سے

اپیل

کرتا ہوں کہ وہ قومی و ملّی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں۔ اور اس تحریک میں بیش از بیش حصہ لیں۔

واللہ الموفق لکل خیر و سعادۃ

تمام خط و کتابت درج ذیل پتہ پر کی جائے:۔
"ناظم شعبہ نشر و اشاعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان تغلق روڈ ملتان"

(حضرت مولانا) محمد یوسف بنوری عفی عنہ
امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان (کراچی)
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ



(قسط ۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المملکۃ الاسلامیۃ

از۔ مولانا محمد اکرم کاشمیری

وہ مربّی جو اصول تربیت سے ناواقف ہو، وہ سرپرست جو اساساتِ سرپرستی سے ناآشنا ہو اور وہ امیر جو اصولِ امارت کے حروفِ ابجد سے ہی نابلد اور ناواقف ہو، وہ کیسے حکومت کر سکتا ہے یا ملکی نظام و انتظام چلا سکتا ہے حالانکہ یہاں پر ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو ان تمام اصول و ضوابط سے بخوبی آشنا اور واقف ہو۔

فقہاء اور علماء کے یہاں یہ بات بھی مسلّم ہے کہ وہ شخص جو خود علوم شرعیہ اور قوانین اسلامیہ سے ناواقف ہو وہ قطعاً حکومت چلانے کا اہل نہیں۔ اور نہ ہی اس شخص سے ان قوانین کے اجراء کی توقع کی جا سکتی ہے جو بصیرت کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہو۔ دنیائے عالم کے عقلاء اور دانش وروں کے ہاں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہر ایک فن کے لیے اللہ تعالٰے نے صاحبِ فن پیدا فرمائے ہیں۔

یہ سب جانتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا ہو تو وہ وکیل کے پاس جائے گا۔ اگر جسمانی طور پر کوئی تکلیف ہے پیٹ میں درد ہے، بخار ہے، نمونیہ یا کوئی دوسری بیماری ہے تو وہ ڈاکٹر کے دروازے پر جا کر دستک دے گا یا پھر کسی ہسپتال یا کلینک کا راستہ اختیار کرے گا اگر کپڑا سلوانا ہے تو درزی کے پاس جائے گا۔ اگر دیوار بنوانی ہے تو معمار کے پاس جائے گا۔

غرض ہر ایک فن کے لیے صاحب فن ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دین کا معاملہ دیندار سے حل ہو گا۔ جو اس کی روشنی سے واقف ہے نہ کہ بے دین کے ذریعہ جو اس سے بالکل ناواقف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے امیر کے لیے علم کو شرط ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اگر سربراہِ مملکت عالم نہیں ہو گا تو قوانین شرعیہ نافذ نہیں کر سکے گا۔ اس لیے امیر اور سربراہِ مملکت اسلامیہ کے لیے عالم دین ہونا اشد ضروری ہے۔ تاکہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں فیصلے کر سکے۔ قوانینِ شرعیہ ایسے جامع قوانین ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور قانون کی ضرورت نہیں۔ یہ قوانین ہر وقتی تقاضہ اور ضرورت کو پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ بداخلاقیوں اور بے حیائیوں (جو کہ آج کل ہمارے ملک میں عام ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالٰے ان سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے) ظلم و ستم کو ختم کر کے ایک بہترین معاشرہ اور عدل و انصاف قائم کرنا ان کی نمایاں خوبیوں میں سے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے :-

۱۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔

"جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔"

۲۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

"اور جو شخص اللہ تعالٰے کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا وہ ظالم ہے۔"

۳۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

"اور جو شخص خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ فاسق اور بدکار ہے۔"

ان آیات کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا اور نہ ہی کوئی مسلمان ایسا کرنے کا مجاز ہے جو ایسا کرے گا یعنی

اللہ کے نازل کردہ قانون کے خلاف فیصلہ کرے گا وہ کافر، ظالم اور فاسق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص خدا کے نازل کردہ قانون کا انکار کرے گا اور اس کے مقابلے میں اپنی طرف سے بنائے گا تو وہ کافر ہے اور جو شخص عدل و انصاف کو ترک کرے گا اور اس قانون کے خلاف جو عین عدل و انصاف کا متقاضی ہے فیصلہ کرے گا تو وہ یقیناً ظالم ہے اور اگر باوجود اقرار بندگی کے کوئی ایسا فیصلہ کیا جو اس قانون عدل کے خلاف ہو تو ایسا کرنا یقیناً اطاعت خداوندی نہیں بلکہ ارتکاب حقیقت ہے۔ ایسا کرنے والا لازمی فاسق و فاجر ہے۔

غرض رب العزت نے ایک مسلمان کو ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک ہر ہر چیز کا ایک مکمل ضابطہ بنایا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم باوجود قرآن و سنت کے اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ورنہ وہ کون سی چیز ہے جو رب العزت نے ہمیں عطا نہیں فرمائی۔ کاش! کہ مسلمان غور کرتے اور اپنے دین کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔

دراصل اسلامی مملکت کا مقصد کسی نسلی یا ثقافتی گروہ کے حق خود مختاری کا قیام نہیں بلکہ انسانی معاملات میں اسلامی قانون کا عملاً قیام ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ جو شخص قانون کو الہامی اور اسلامی مانے گا یعنی مسلمان ہوگا اسی کو رئیس کا منصب سونپا جا سکے گا۔ چونکہ اسلامی مملکت کے بغیر پوری اسلامی زندگی کا وجود ہی ممکن نہیں۔ اس لیے کسی مملکت کو اس وقت تک حقیقی اسلامی مملکت قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک اس کے نظم و نسق کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے ہاتھ میں نہ ہو۔ جن کے متعلق سمجھا جائے کہ وہ اسلام کے قوانین کو بطیب خاطر مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

یہ شہداء

ہماری متاع ہیں۔ انہوں نے نہ صرف خود حیات جاوداں حاصل کی بلکہ ملت کو سرخروئی نصیب فرمائی۔ ملت کے ماتھے پر بزدلی و جبن کا جو داغ لگ چکا تھا اسے دھویا اور ثابت کر دیا کہ ایک مومن موت سے کس حد تک پیار کرتا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ ان جنت کے شہزادوں کے خلاف زبان طعن دراز کرتے ہیں میں اس قسم کے کور چشم اور سیاہ باطن لوگوں کو کہنا چاہتا ہوں کہ ہوش کے ناخن لو۔ اول تو تم اپنی سیاہ بختی کی اسی دنیا میں سزا بھگت لوگے۔ ورنہ قیامت کا دن تو ہے ہی جہاں یہ لوگ اس طرح اپنے رب کے حضور آئیں گے کہ ان کے زخموں سے خون رستا ہوگا اور خون کی خوشبو میں کستوری جیسی مہک ہوگی اور تم قاتلوں کی صف میں کھڑے اپنے انجام کا انتظار کرو گے۔ ظالمو! ڈرو اس دن سے جس دن تمہیں قتل مسلم کے جرم میں جہنم کے بھڑکتے شعلوں کی نذر کیا جائے گا اور تم خدا کی دائمی لعنتوں کا شکار ہو جاؤ گے حادثاتی موت مرنے والے اور اپنی جان و مال کی حفاظت میں جان قربان کرنے والے کو بھی اللہ کے نبی نے شہید بتلایا اور جو مرتا ہی اس لیے ہو کہ دین زندہ ہو جائے، کلمہ حق بلند ہو جائے۔ اس کے معاملہ میں یہ سنگدلی؟

میرے پاس وہ لفظ نہیں کہ میں ان عظیم لوگوں کو خراج عقیدت پیش کر سکوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی قربانی و شہادت کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی ان کی راہ پر چلائے۔

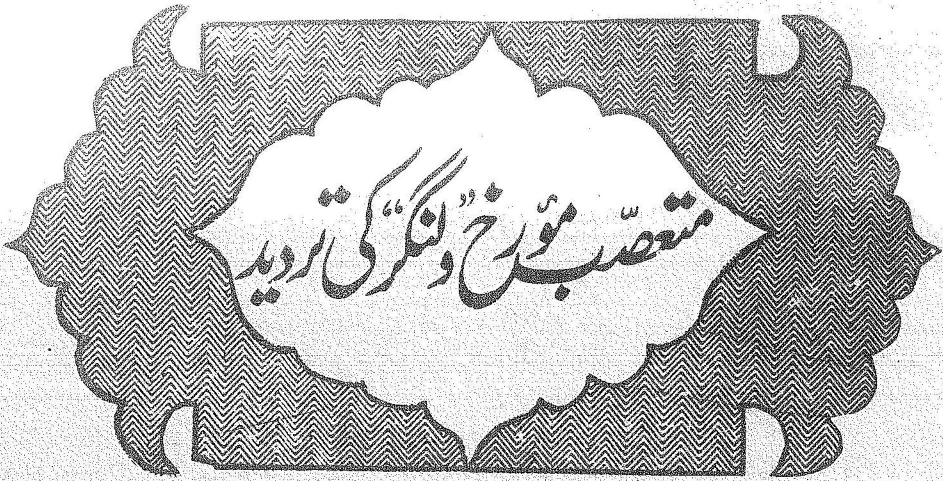
ہمیں یہ عہد کرنا ہے کہ ہم اس مقدس خون کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور جب تک اس ملک میں اللہ کا دین نافذ نہیں ہو جاتا اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ خدا ہمیں توفیق بخشے۔ آمین۔

بقیہ : بدکاری

ترغیب، نشر و اشاعت اور تعزیر کے ذریعے انسداد کریں بفضلِ خدا کامیاب نتائج یقینی ہیں۔

اس طرح معاشرے میں خواتین محفوظ ہوں گی۔ عوام کی پریشانی، غربت، ذلت اور مصائب کی فضا دور ہوگی حکومت کی نیک نامی ہوگی اور اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوگی، پھر دیر کیوں؟ ارشاد ربانی ہے:

"جو لوگ کبیرہ گناہوں اور فحاشی سے بچتے ہیں مگر ان سے معمولی گناہ ہو جاتے ہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ وسیع بخشنے والے ہیں۔" (النجم: ۳۱)



از: مولانا اخلاق حسین قاسمی

یورپین مورخ "ولنگر" نے اسلامی فتوحات کے متعلق لکھا ہے کہ یہ فتوحات مسلمانوں کے دینی جوش و عقیدت کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ مال و دولت اور سیاسی اقتدار کی خواہش نے عربوں کو اسلام سے وابستہ کیا اور اسی جذبہ سے انہوں نے شام وایران اور افریقہ کو فتح کر ڈالا۔ (ولنگر ص۶۷۵)

اس کی تردید کرتے ہوئے تھامس کہتا ہے کہ اگر اس خیال کو مان لیا جائے تو اس کا کیا جواب ہے۔ کہ "ہن" اور "وندل" جیسی قومیں اپنے وطن کے قحط اور ضروریات زندگی کی نا یابی سے مجبور ہو کر اور دنیا کی طمع اور قومی غرور کے نشہ میں چور ہو کر مشرق سے اُٹھ کر دوسرے ملکوں پر ٹوٹ پڑیں مگر انہوں نے کوئی شاندار نظام حکومت قائم نہ کیا، جس طرح عربوں نے قلیل عرصہ کے اندر دنیا کے بہترین خطہ میں ایک شاندار حکومت قائم کر دی۔

اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کا ایک ہی سبب تھا وہ یہ کہ عربوں کو اپنے مذہب حق کے ساتھ سچی عقیدت تھی، اور وہ اسلام کو دنیا کے لئے نجات کا واحد راستہ سمجھتے تھے اور آخرت کے اجر و ثواب پر انہیں کامل یقین تھا۔

اسی دینی جوش و عقیدت کا نتیجہ تھا کہ عرب دنیا پر چھاتے چلے گئے۔

ٹھیک ہے کہ کچھ لوگ دنیوی مفاد کی خاطر اسلام سے وابستہ ہوئے ہوں گے۔ لیکن مسلم معاشرہ کا مزاج وہ تھا جو مخلص اہل ایمان نے بنایا تھا (ص۷۰) یعنی مسلم معاشرہ کا مزاج دنیوی مفاد کو سامنے رکھ کر فتوحات حاصل کرنا نہیں تھا۔ بلکہ وہ لوگ اسلام کے اصولِ حق اور پیغامِ نجات کو خدا کی مخلوق تک پہنچانے کا جذبۂ صادق رکھتے تھے یہی جذبہ فتوحات کا محرک بنا۔

مصر میں اسلام کی اشاعت

افریقہ میں اسلام کا آغاز ۶۴۰ء میں ہوا جب حضرت عمرو رضؓ بن العاص کی سرکردگی میں مجاہدینِ عرب نے مصر کی طرف اقدام کیا، اس وقت مصر پر روم کی عیسائی حکومت قائم تھی مصر کے اصلی باشندے قبطی بھی مسیحی مذہب کے ماننے والے موجود تھے لیکن یہ یعقوبی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور کلیسائے یونان کے عیسائی ان پر سخت ترین ظلم وستم کرتے تھے۔ قیصر روم کے دربار میں کلیسائے یونان کا بڑا اثر و اقتدار تھا۔ انہی کے اثر سے رومی حکمران قیصر نے اسکندریہ میں دو لاکھ قبطیوں کو قتل کرایا۔ قبطیوں کی بڑی تعداد نے ظلم وستم سے تنگ آکر صحرا میں پناہ لی۔

اس لیے جب مسلمان فوجیں مصر میں داخل ہوئیں تو مصریوں نے ان کا خیر مقدم کیا اور مسلمانوں نے انہیں جو مذہبی آزادی بخشی اس کی وہ ایک فاتح قوم سے توقع ہی نہیں کر سکتے تھے۔

کلیسائے یونان کے ظلم و تشدد کے علاوہ ایک وجہ مصری عیسائیوں کے اسلام کی طرف جلد راغب ہونے کی یہ تھی کہ یعقوبی فرقہ کے عقائد میں فلسفہ کی ناقابل فہم باتیں تھیں یہ لوگ نہ ختم ہونے

والی مذہبی بحثوں سے تنگ آگئے تھے اور جب اسلام کا کلمۂ توحید اور اس کے سادہ عقائد ان کے سامنے آتے تھے تو وہ ان کی طرف دوڑ پڑتے تھے۔

مصریوں نے چوتھی صدی عیسوی میں بت پرستی چھوڑ کر کثرت سے عیسائی مذہب قبول کیا۔ اور جس جلد بازی سے ان قبطیوں نے مذہب عیسوی قبول کیا تھا اسی عجلت اور تیزی سے انہوں نے مسیحی مذہب ترک کر کے اسلام قبول کیا۔

(دعوت اسلام ص۱۰۰)

عیسائیوں کے اخلاقی زوال کی ایک مثال

تھامس نے عنوان قائم کیا ہے:۔

"پادریوں اور قسیسوں کی غفلت سے عیسائی مسلمان ہوتے"

اس عنوان کے تحت لکھتا ہے:۔

سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۶۴ھ ۱۱۶۸ء - ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ء) کے عہد حکومت میں مصر کے اندر اس صلح کل بادشاہ کی حمایت میں عیسائی بہت خوش حال تھے۔ سلطان نے اس دور میں بہت سے ٹیکس بالکل ختم کر دیئے۔ سرکاری دفتروں میں عیسائیوں کا ہجوم رہنے لگا۔ بڑے بڑے عہدوں پر عیسائی فائز کئے گئے۔

اس سو سالہ دور میں مصر کے عیسائیوں کو مذہبی آزادی اور مسلم حکمرانوں (صلاح الدین کے جانشینوں) کا لطف و کرم خوب میسر آیا۔ البتہ اگر کوئی شکایت رہی تو اس بات کی رہی کہ کلیسا کے خدام (پادریوں) کی ذلیل عادتوں اور ان کی رشوت خوری سے یہ لوگ تنگ آگئے۔

کلیسا میں مذہبی عہدوں کی تجارت اس درجہ بڑھ گئی کہ بڑی بڑی رقمیں بطور رشوت کے ادا کرنے کے بعد کلیسا کا منصب (قسیس) حاصل کیا جاتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ نیک لوگوں کی جگہ بدمعاش لوگ ان مذہبی عہدوں پر قابض ہو جاتے۔

یہیں سے عیسائیوں میں دینی اور اخلاقی تعلیم کی طرف سے غفلت شروع ہوئی۔ اور مصر کے عیسائی زوال کی نذر ہو گئے۔

یعقوبی فرقہ کا ۷۴ واں بطریق یحیٰی نامی جب مرا، اور اس کی جگہ (۱۲۱۶ء) میں دوسرے بطریق کے تقرر کا سوال پیدا ہوا تو دو فریق کھڑے ہو گئے اور ہر فریق نے اپنے امیدوار کی فضیلت بیس برس تک مجادلہ اور مباحثہ جاری رکھا۔ سلطان مصر نے اکثر موقعوں پر کوشش کی کہ فریقین کے درمیان مصالحت ہو جائے۔ ایک فریق نے سلطان کو دس ہزار اشرفیاں (دینار) رشوت میں پیش کئے تاکہ حکومت اپنا اثر استعمال کر کے اس کے امیدوار کو منتخب کرا دے مگر بادشاہ نے انکار کر دیا۔

اس بیس سال کے عرصہ میں اسقف (بشپ) کے اکثر علاقے خالی ہو گئے۔ جو بشپ مرا اس کی جگہ خالی رہی (ص۱۹۳)

اس مذہبی اور اخلاقی انتشار نے عیسائی عوام کو اسلام کی طرف مائل کیا۔ اور لوگ کثرت سے مسلمان ہو گئے۔

کیا ہم ہندوستانی مسلمان اس واقعہ سے نصیحت و عبرت حاصل کریں گے؟

کیا خواجہ معین الدین چشتیؒ کی درگاہ کے دیوان کے منصب پر ۲۸ سال تک مقدمہ بازی نہیں رہی اور ۱۹۷۵ء میں علیم الدین نے صولت حسین کو شکست دے کر یہ منصب حاصل نہیں کیا۔ اور آج (۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۵ء) کے اخبارات کی اطلاع ہے کہ ۵۳ سالہ علیم الدین خدا کو پیارے ہو گئے۔

کیا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خدام کے درمیان بیس سال سے مقدمہ بازی نہیں ہو رہی اور اس کے نتیجہ میں دہلی حکومت نے درگاہ میں ایک سپروائزر مقرر کر دیا۔

کیا مسجد فتح پوری کی امامت کے لیے دو بھائیوں کے درمیان پندرہ برس سے مقدمہ بازی نہیں ہو رہی اور اس تاریخی مسجد

میں ایک ہی وقت میں دو دو جماعتیں نہیں ہو رہیں ؟

کیا آنے والا مورخ ان حالات کو ہمارے دینی اور اخلاقی زوال کے اسباب میں شامل نہیں کرے گا؟

حبشہ میں اسلام کی اشاعت

آرنلڈ حبشہ میں اسلام کی اشاعت پر روشنی ڈالتے ہوئے دعوتِ اسلام صفحہ ۱۱۰ پر لکھتا ہے :-

"اس ملک میں اسلام کی اشاعت کا خاص سبب یہ تھا کہ حبشی عیسائیوں کے مقابلے میں مسلمان اخلاقی برتری رکھتے تھے"۔ روپل لکھتا ہے کہ حبشہ کے سفر میں اس نے اکثر یہ بات دیکھی کہ جب کوئی ایسا عہدہ خالی ہوا جس کے لیے ایک قابلِ اعتماد اور نیک شخص کی ضرورت ہوتی تو اس عہدہ پر ہمیشہ کوئی مسلمان مقرر کیا جاتا۔

عیسائیوں کے مقابلے میں مسلمان زیادہ محنتی اور مستعد تھے ہر ایک مسلمان اپنی اولاد کو تعلیم حاصل کراتا اور عیسائی اپنے بچوں کو اسی وقت تعلیم دلاتے جب انہیں کسی کو بشپ بنانے کی خواہش ہوتی۔

(بحوالہ روپل ج ا صـ۳۲۸)

حبشہ میں اسلام کی ترقی سے متعلق موجودہ صدی کے بعض سیاحوں کے بیانات میں یہ ملتا ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ حبشہ کے اکثر عیسائی اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو جاتے ہیں، حبشہ کے نائبین سلطنت میں سے ایک نائب (رس الالی) نے جو شاہ تھیوڈور کی تخت نشینی ۱۸۵۳ء سے پہلے کل ملک کا عملاً مالک تھا۔

مسلمانوں کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا۔ وہ اگرچہ عیسائی تھا لیکن اس نے ملکی عہدے یہاں تک کہ گرجاؤں کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اس کے زمانہ میں حبشہ کے اضلاع متوسطہ کی نصف آبادی مسلمان ہو گئی (صـ۱۱۱)

یہ واقعہ اسلام کی نصرت کے لیے غیبی معجزہ تھا۔

حبشہ میں مسلمان عورتوں نے اشاعتِ اسلام میں حصہ لیا

۱۸۶۸ء میں حبشہ کے اندر ایک جابر عیسائی حکمران یحییٰ ثانی تخت نشین ہوا۔ اس نے فرمان جاری کیا کہ تمام ملک میں ایک مذہب جاری رہے گا۔ اس نے مسلمانوں کو تین سال کی مہلت دی کہ اس مہلت کے اندر اندر وہ عیسائی ہو جائیں اس جابر بادشاہ کے اس فرمان کا مسلمانوں نے کوئی اثر قبول نہ کیا۔ تو پھر اس نے نیا حکم جاری کیا کہ تین مہینے کے اندر اندر مسلمان عہدیدار یا استعفا پیش کر دیں یا عیسائی ہو جائیں۔

تماس نے مورخ "ماسایا" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمان اس جبری حکم کے باعث گرجاؤں میں اصطباغ لیتے اور پھر وہاں سے نکل کر اپنی مساجد میں جاتے اور کسی عالمِ دین کے ہاتھ پر توبہ کر کے اس اصطباغ کا اثر دور کرتے آگے لکھتا ہے کہ عیسائی بنانے کا یہ جبری طریقہ اس لیے ناکام رہا کہ یہ حکم عورتوں کے لیے نہ تھا۔ چنانچہ عورتوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو اسلام کی اشاعت کے لیے وقف کر دیا۔ اور اشاعت اسلام کے لیے شاندار کوششیں صرف کیں۔ (صـ۱۱۲)

افریقہ میں اسلام کی اشاعت

تماس افریقہ میں اسلام کی اشاعت کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب انہیں اسلام کی اشاعت کا کوئی سبب نظر نہیں آتا تو وہ یہ کہنے لگتے ہیں کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کو زبردستی مسلمان بنایا۔ حالانکہ اس غیر مناسب اور برجستہ فیصلہ کے خلاف بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں جو اس فیصلہ کی تائید نہیں کرتیں یہ صحیح ہے کہ افریقہ کے علاقوں میں مسلمانوں اور افریقی عیسائیوں کے درمیان پچاس سال تک زبردست جنگیں برپا رہیں، اور پچاس سال کے بعد (۶۹۸ء میں کارتھج کی ہزیمت کے بعد) جب افریقہ کی رومی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور افریقہ کی بربر قوم

جس طرح مطیع ہوگئی تو اس سے عربوں کو شمالی افریقہ پر مکمل تسلط حاصل ہوا۔ لیکن یہ لڑائیاں سیاسی تھیں ان میں کہیں اس کا نشان نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے مذہب کے معاملہ میں جبر و تشدد اختیار کیا۔ اور اپنے مخالفین کو مسلمان بننے پر مجبور کیا۔

چنانچہ عربوں کی فتوحات کے بعد افریقہ کے مسیحی کلیسا کا آٹھ سو سال تک زندہ رہنا مسلمان عربوں کی طرف سے مذہبی آزادی دینے کا واضح ثبوت ہے اس کے بغیر کلیسا کی سلامتی ناممکن تھی۔"

شمالی افریقہ میں جن اسباب سے عیسائی مذہب پر زوال آیا۔ ان اسباب کو مسلم حکمرانوں کے مذہبی تعصب کے اندر انہیں تلاش کرنا چاہیئے بلکہ کہیں اور تلاش کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ساتویں صدی عیسوی میں شمالی افریقہ کے اندر عیسائیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اور اس قلیل تعداد کا اسلامی عہد حکومت میں باقی رہنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کو جبراً مسلمان نہیں بنایا

آگے چل کر آرنلڈ نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ جس وقت مسلمانوں نے ساتویں صدی میں افریقہ کی طرف رخ کیا اس وقت افریقہ جنگ و جدل کی آماجگاہ تھا۔ ہر طرف بربادیاں اور تباہ کاریاں تھیں۔ عیسائیت مسلمانوں کے اقدام سے پہلے ہی افریقہ سے رخصت ہو چکی تھی۔ بربر قوم بت پرست تھی۔ افریقہ کی مختلف جاہل قومیں ایک دوسرے کو برباد کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ (صفحہ ۱۱۶)

یہ اسباب تھے جن کے باعث مسلمانوں نے افریقہ میں اپنے قدم جمائے اور افریقی عوام کو ایک پُر امن اور انصاف پسند نظام حکومت عطا کیا

بقیہ: نقطہ نظر

کہ امت مسلمہ سے دین کی رسی چھڑوانے کی کوشش ہو رہی ہے جن کا اٹھنا بیٹھنا، وضع قطع، رہن سہن، بول چال اور تہذیب وغیرہ غرضیکہ کوئی چیز بھی اسلام کے مطابق نہیں یہ کہیئے کہ جماعت منافقین اسلامی آئین کیسے نافذ کر سکتی ہے۔ تو شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نافذ کرنے کے لیے کون سی جماعت کا چناؤ ہوگا۔

خداوند تعالےٰ کے مقدس احکام میں اسلامی ملک کے سربراہ کا تقرر بذریعہ انتخاب جائز قرار نہیں پایا اور انتخاب کی کوئی مثال نہیں ملتی بلکہ اسلامی ملک کے سربراہ کا تقرر بطریق چناؤ قرار پایا ہے۔ چناؤ کا طریقہ یہ ہوگا۔ ضلع کی ہر تحصیل کو حلقوں میں تقسیم کیا جائے۔ ہر حلقہ اپنے میں سے ایک دانشور آدمی کا چناؤ کرے۔ اس طرح تمام حلقوں کے دانشور افراد عام سطح سے ابھر کر آگے آجائیں گے۔ اس سے آگے ضلع وار چناؤ کے ذریعہ ہر ضلع کے دانشور افراد نکھر کر سامنے آجائیں گے۔ ہر صوبہ وار چناؤ سے ہر صوبہ کے معیاری افراد کا نکھار ہو جائے گا۔

اب صوبوں کے ان چنے ہوئے آدمیوں میں سے وہ چناؤ ہوگا جس سے ملک بھر کے چوٹی کے دانشور افراد عیاں ہو کر صف اول میں پہنچ جائیں گے۔ پس یہ ہی وہ مطلوبہ جماعت ہے جس کا وجود قرآن کریم نے لازمی قرار دیا ہے اس جماعت سے اسلامی ملک کے سربراہ کا چناؤ ہوگا۔ باقی حضرات مجلس مشاورت کے رکن ہوں گے۔ صدر مملکت ایک ایسا فرد ہوگا جو تقوے کے لحاظ سے امت کا فرد واحد ہو۔ صدر مملکت اپنے اختیارات کو قرآن کریم کی حدود میں محدود رہ کر استعمال کرے گا۔ اگر قرآنی حدود سے تجاوز کرے تو برطرف کیا جائے گا۔ صدر کی مجلس مشاورت میں وزیر اعظم کا وجود نہیں۔ صدر صوبوں کے گورنروں کا تقرر کرے گا۔ صوبہ کا گورنر صوبہ کا چنا ہوا معیاری آدمی ہوگا۔ دانشور اور معیاری آدمی وہ ہوگا جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے جس کو انسانیت میں اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ شریعت میں جذب ہے۔ جس نے احکام خداوندی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال دیا ہے، عالم باعمل ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں زندگی گذارتا ہے۔

حقیقتِ ذکرِ الٰہی

سیّد ابوبکر غزنوی مرحوم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اگر رُوحانی بیماریوں کا جائزہ لیا جائے، تو حقیقت میں بیماریاں دو ہی ہیں۔

۱۔ عقیدہ و عمل میں تضاد کی بیماری ——— اس بیماری میں عقیدہ درست ہوتا ہے، ذہن خیر و شر میں حدِ فاصل کھینچتا ہے۔ لیکن اعضاء و جوارح عقیدے کا ساتھ نہیں دیتے۔ عقل کہتی ہے کہ اللہ کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہونی چاہیئے۔ مگر عین اس وقت جب عقل یہ کہہ رہی ہوتی ہے، انسان محسوس کرتا ہے کہ حُبِ مال، حُبِ جاہ، حُسنِ مجاز اللہ کی محبت پر چھا گئی ہے۔ انسان تسلیم کرتا ہے کہ غیر اللہ کا ڈر دل میں نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر دل میں جھانکتا ہے، تو جھوٹے خداوندوں کے خوف سے اسے ملوث پاتا ہے۔ انسان مانتا ہے کہ حسد، بغض، کینہ، عناد، تکبر، بُخل روحانی بیماریاں ہیں اور دل ان سے پاک ہونا چاہیئے، مگر اس کے باوجود وہ دل میں ان سانپوں کو رینگتا ہوا دیکھتا ہے۔ ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ عقیدہ و عمل کے اس تضاد کا علاج کیا ہے؟

۲۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود عقیدے کی چولیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں۔ ذہن خیر و شر میں واضح طور پر حدِ فاصل نہیں کھینچتا ہے، عقل سرکش ہو کر چھوٹ جاتی ہے۔ اور ہر وہ بات جو اس کی گرفت میں نہیں آتی اس کے وجود ہی سے منکر ہو بیٹھتی ہے۔ اس بیماری میں سوچنے کا انداز یوں ہوتا ہے۔ جانے اس کائنات کا نظام چلانے والا کوئی ہے بھی کہ نہیں۔ وحی و تنزیل کی حقیقت کیا ہے۔ وحی غیر مرئی، ملائکہ کا وجود غیر مرئی، خدا کی ہستی ناقابلِ ادراک۔ رُوح کا کوئی مستقل وجود ہے یا حیات مادے ہی کا خاصہ ہے اور مادے سے ہٹ کر حیات کا کوئی وجود نہیں۔ پھر حیات بعد الممات کیا ہے؟ ہر وہ شے جو اس کی گرفت میں نہیں

تی، انسان اس کے وجود میں متشکک (SCEPTIC) ہو جاتا ہے۔ اس تشکیک کا علاج کیا ہے؟

عقیدہ و عمل میں تضاد

عقیدے اور عمل میں تضاد کیوں ہوتا ہے؟ انسان کا وجود مختلف اور متضاد عناصر سے مرکب ہے۔ اس کے خمیر میں جوابیت، بہیمیت، سبعیت، ملکیت، یہ سب کچھ گندھا ہوا ہے۔ جب ملکیت، بہیمیت و سبعیت سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ عقیدہ و عمل میں تضاد رونما ہوتا ہے۔ جب نفسانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے، تو اعضاء ذہن کا ساتھ نہیں دیتے۔ اس آیت میں اسی حقیقت کی نشان دہی کی گئی ہے۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ (۱۲:۵۳)

نفس برائی کا بہت حکم دینے والا ہے۔

قرآن مجید نے نفس کے علاوہ ایک اور دشمن کی خبر دی ہے جو برائی پر اکسانے والا ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ط (۳۵:۶)

ترجمہ: یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اسے دل و دماغ کی ہم آہنگی کے ساتھ، دشمن سمجھو۔

شیطان کی حقیقت

شیطان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یجری مجری الدم: وہ انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں۔ جیسے انسانی جسم میں ہوا کی آمد و شد جاری ہے۔ جیسے بجلی میں سرایت کر جاتی ہے۔ شیاطین کو ارواح ہیں۔ ان کا جسم میں سرایت کر جانا آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔ شیطان بڑا گھاگ اور خرانٹ ہے۔ وہ سرد و گرم عالم چشیدہ ہے۔ اس نے چرخ کی ان گنت گردشیں دیکھی ہیں۔ وہ ہر شخص کی کمزوریوں پر نظر

رکھتا ہے اور نفس کے کمزور ترین حصے کو چھوتا ہے۔ وہ ایسا احمق نہیں کہ جس شخص کے خمیر میں فیاضی گندھی ہوئی ہو، جس کی ہڈیوں میں سخاوت رچی ہوئی ہو، وہ اسے بخل پر آمادہ کرے وہ اسے اسراف پر آمادہ کرے گا، وہ اسے تبذیر پر مائل کرے گا۔ وہ اسے بے جا اور بے محل خرچ کرنے پر اکسائے گا۔ وہ ایک نازک مزاج شاعر کو قتل و غارت پر آمادہ نہیں کرے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس میں دھینگا مشتی کی صلاحیت نہیں۔ وہ اسے شراب نوشی اور حسن پرستی پر اکساتا ہے۔

پس نفس اور شیطان دو بڑے دشمن ہیں اور نفس شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے۔ آدم و حوا کو شیطان نے بہکایا فازلہما الشیطان۔ مگر خود شیطان کو کس نے بہکایا؟ اسے نفس ہی نے بہکایا۔ اس وقت تو کوئی اور شیطان نہ تھا۔

علاج

اب سوال یہ ہے کہ نفس اور شیطان کو کیسے پچھاڑیں؟ انہیں پچھاڑنے کے لئے ناگزیر ہے کہ پہلے کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی حقیقت معلوم کریں۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ خنس واذا غفل وسوس۔ (بخاری شریف)

شیطان آدمی کے دل پر جم بیٹھتا ہے۔ جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جونہی انسان ذکر سے غافل ہوتا ہے، جی میں وسوسے ڈالتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کو جو ابن آدم کے دل پر جم کے بیٹھتا ہے اور رگوں میں خون بن کر دوڑتا ہے، آدمی کے سینے سے باہر آنا پڑتا ہے اور جب تک آدمی ذکر میں مشغول رہتا ہے، ذکر کا نور اسے قریب نہیں آنے دیتا۔

آپ یقین کیجئے کہ جو لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہیں شیاطین نے ان کے سینوں کو اپنا نشیمن بنا رکھا ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطنا فھو لہ قرین ۝ (۴۳: ۳۶)

جو اس رحم کرنے والے آقا کے ذکر سے اندھا ہو جاتا ہے ہم اس پر شیطان مقرر کر دیتے ہیں اور وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

وہ خدا جو ہمیں عدم سے وجود میں لایا اور جس نے بتدریج ہمیں حدِ کمال تک پہنچایا، وہ خدا جو دن رات ہم پر جسمانی، ذہنی اور روحانی نوازشوں کی بارش کرتا ہے۔ ہم میں سے جو اس محسنِ اعظم کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، اللہ کا قانون یہی ہے کہ احسان فراموش کی روحانی مناسبت شیاطین سے ہو جاتی ہے۔

ذکرِ الٰہی چونکہ شیطان کے حق میں بمباری سے کم نہیں، اس لئے وہ جس پر مسلط ہوتا ہے، پہلا کام وہ یہ کرتا ہے کہ اسے اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے۔

استحوذ علیہم الشیطٰن فانسٰہم ذکر اللہ ط اولٰئک حزب الشیطٰن ط الا ان حزب الشیطٰن ہم الخٰسرون ۝ (۵۸: ۱۹)

شیطان ان پر مسلط ہوا تو اللہ کا ذکر انہیں بھلا دیا۔ یہی لوگ شیطان کی ٹولی ہیں۔

دیکھو شیطان کی ٹولی ہی گھاٹے میں رہنے والی ہے۔

جب بھی کوئی دشمن پر قابو پاتا ہے، تو سب سے پہلے وہ دشمن سے ان ہتھیاروں کو چھینتا ہے جو اس کے لئے ہلاکت کا سامان ہیں اس آیت سے اور بھی وضاحت ہوگئی کہ ذکرِ الٰہی شیطان کے لئے حد درجہ ہلاکت آفریں ہے۔ جبھی تو انسان پر قابو پاتے ہی ذکرِ الٰہی سے غافل کرنے کی فکر سب سے پہلے دامنگیر ہوتی ہے

پس یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں شیطان کا علاج ذکرِ الٰہی ہے۔

اب آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں نفس کا علاج تلاش کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لکل شیء صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ (بیہقی)

ہر شے کو چمکانے کے لئے پالش ہوتی ہے۔ اگر دلوں کو تم صیقل کرنا چاہو تو اللہ کے ذکر سے صیقل کرو۔

پس اگر دل کو حسد، بغض، تکبر، بخل کے گرد و غبار سے صاف کرنا چاہو، تو اس کی تدبیر بھی ذکرِ الٰہی ہے۔

ل؎ یکے دواست بدار الشفاء میکدہ ہا
زہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہید

دوامِ ذکر

چونکہ نفس اور شیطان دونوں کا علاج ذکر ہی ہے، اسی لیے

ل؎ توحید کے شراب خانوں کے دار الشفاء میں دوا ہے۔ جس بیماری سے بھی کوئی کراہ رہا ہے۔ اس کے منہ میں ذکرِ الٰہی کی شراب انڈیلو۔

قرآن نے دوامِ ذکر پر زور دیا۔

فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبکم

(۴ : ۱۰۳)

جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ، تو اللہ کا ذکر کرو، اٹھتے بیٹھتے، پہلو بدلتے ہوئے۔

اور اللہ والوں کے بارے میں فرمایا

الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم (۳ : ۱۹۱)

وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوں، بیٹھے یا لیٹے ہوں۔

اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ صلح ہو یا جنگ ہو، بزم ہو یا رزم ہو اللہ کا ذکر مسلسل اور پیہم کرو۔ سورۂ انفال میں ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا و اذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ (۸ : ۴۶)

اے ایمان والو! جب کسی جتھے سے تمہاری ٹکر ہو جائے تو جم کر لڑو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، تاکہ تمہیں کامرانی حاصل ہو۔

جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا کہ فرعون سرکش ہو گیا، جاؤ اسے سمجھاؤ، تو ساتھ ہی کہا: ولا تنیا فی ذکری (۲۰ : ۴۲)

میری یاد میں سستی نہ کرنا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حدیث میں آیا ہے،

کان یذکر اللہ علیٰ کل احیانہ (مسلم)

وہ ہر آن، ہر لمحہ اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

عبداللہ بن بشرؓ سے روایت ہے ایک صحابیؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا،

یارسول اللہؐ! ان شرائع الاسلام قد کثرت علیّ فاخبرنی بشیٔ اتشبث بہ۔

اسلام کے احکام تو بہت سے ہیں۔ مجھے کوئی ایک بات ایسی بتا دیجئے جسے میں اپنا دستور العمل ٹھہراؤں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللہ (ترمذی)

تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔

پس دوامِ ذکر ہی عقیدہ و عمل میں تضاد کا علاج ہے اسی سے ملکیت بہیمیت پر غالب ہوتی ہے۔ اسی سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اسی سے جذبات کی تطہیر ہوتی ہے۔

وہ لوگ جنہیں اللہ کے راستے کی معرفت حاصل ہوئی اللہ کی یاد سے پل بھر کی غفلت کو بھی معصیت سمجھتے ہیں۔

صرف عصیاں ہوا وہ لحظۂ عمر
جو تری یاد میں بسر نہ ہوا

پس وہ تمام مذہبی جماعتیں جو ذکرِ الٰہی کی الٹی سیدھی تعبیریں کرتی ہیں اور ذکرِ الٰہی سے گریز کی راہیں ڈھونڈتی ہیں۔ ان کے نظریات و افکار میں شیطانی وساوس کو دخل ہوتا ہے شیطان ان کے جی میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ ذکرِ الٰہی سے مراد یہ ہے کہ وہ یاد رہے — یعنی اس کا خیال رہے اور خیال کی حقیقت بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ اس کے بتلائے ہوئے کاموں پر عمل کیا جائے۔ یوں شیطان بہکا پھسلا کر ذکرِ الٰہی سے انہیں غافل کر دیتا ہے اور ان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ ذکرِ الٰہی سے گریز قرآن مجید کی نظر میں منافقت کی نشانی ہے

ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً۔ (۴ : ۱۴۲)

جو فرقہ اللہ کی عبادت سے فرار کے بہانے تراشے اور یہ کہے کہ قرآن مجید میں تو پانچ نمازوں کا ذکر کہیں نہیں ہے خود اللہ کی عبادت سے یہ فرار میری نظر میں ان کی ضلالت اور گمراہی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ وہ عمل کہ جب سے فرض ہوا اس وقت سے لے کر آج تک پورے عالمِ اسلام میں بلاناغہ پانچ وقت دہرایا گیا، اس عمل کے بارے میں ان کی یہ کٹ حجتیاں اور حیلہ سازیاں ان کے محجوب ہونے کی خبر دیتی ہیں۔

اللہ والوں کی تو یہ پہچان ہے کہ وہ اس کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہونے کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ پانچ نمازوں سے بھی ان کی محبت کی پیاس نہیں بجھتی۔ کبھی چاشت اور کبھی اشراق کبھی صلوٰۃ اوابین اور کبھی صلوٰۃ تسبیح سے پیاس بجھاتے ہیں۔ والذین یبیتون لربھم سجداً و قیاماً کی مجسم تفسیر ہوتے ہیں۔ ان کی راتیں اس عالم میں بسر ہوتی ہیں کہ کبھی اپنے رب کے حضور میں کھڑے ہیں اور کبھی سجدہ ریز ہوتے ہیں، کہاں یہ نفوسِ قدسیہ کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، پہلو بدلتے ہوئے آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی ان کی زبانیں اور ان کی روحیں ذکرِ الٰہی میں ڈوبی ہوئی ہیں اور کہاں وہ بندگانِ غفلت شعار اور گم گشتگانِ راہ کہ ان کے لائحہ عمل میں ذکرِ الٰہی کا سرے سے مذکور ہی نہیں۔ شتان ما بینھما

اب سوال یہ ابھرتا ہے کہ آخر یہ کیا بات ہوئی کہ محض چند الفاظ کی تکرار سے شخصیت کے تمام گوشے متاثر ہونے لگتے ہیں۔ اور قوتِ عمل جاگ اٹھتی ہے۔ محض زبان کو حرکت میں لانے

سے جی کا غبار دُھلنے لگتا ہے۔ رُوحانی بیماریاں چھٹنے لگتی ہیں ۔۔ عقیدہ وعمل میں ہم آہنگی پیدا ہونے لگتی ہے۔ آخر اس کی علّت کیا ہے؟

آیئے اسی دانائے سبل سے پوچھیں اور اسی کے فرمودات کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

لا یقعد قومٌ یذکرون اللّٰہ الا حفتھم الملٰئکۃ و غشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللّٰہ فیمن عندہٗ (رواہ مسلم)

جب بھی کچھ لوگ اللہ کے ذکر کی خاطر مل بیٹھتے ہیں فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور خدا بھی ان کا ذکر کرتا ہے، ان سے جو اس کے پاس ہیں۔

ؔ آسمان سجدہ کند بہر زمینے کہ برو
یک دو کس، یک دو زماں، بہر خدا بنشینند

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا دیئے ہیں، ناگزیر ہے کہ ان پر رحمت و سکینت کا ورود ہو۔

رحمت کی حقیقت

اس رحمت اور سکینت کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ایک جوہر ہے جس کا ورود قلب پر ہوتا ہے ۔۔۔ جوہر جو تمام روحانی بیماریوں کی دوا ہے۔ بجا کہا حضرت سلطان ۔۔۔ رحمۃ اللہ علیہ نے نورالہدیٰ میں۔ "مجرد نزول انوار ۔۔۔ اوصاف ذمیمہ را از قلب برکند" (انوارِ الٰہی کا محض دل سے مس تمام روحانی بیماریوں کو اُچک لیتا ہے)۔

وہ شخص ذکر کی حقیقت و روح سے یکسر محروم رہا جس نے سکینت سے مراد محض ذہنی سکون سمجھا اور رحمت کے جوہر سے آشنا نہ ہوا۔

پس یہ رحمت تمام روحانی بیماریوں کی دوا بھی ہے اور اللہ والوں کی رُوحانی غذا بھی۔ یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ابیت یطعمنی ربی ویسقینی (متفق علیہ)

ؔ آسمان اس خطۂ زمین کی تعظیم بجالاتا ہے، جس پر دو چار آدمی دو چار گھڑیوں کے لیے محض اللہ کی خاطر بیٹھ جاتے ہیں۔

—— میں رات اپنے رب کے پاس بسر کرتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ تو اس سے مراد بھی روحانی رزق ہے جسے عامۃ الناس کو سمجھانے کے لیے کھلانے پلانے سے تعبیر کیا۔

رحمت وسکینت میں فرق

ذہن میں ایک استفہامیہ نشان یہ بھی اُبھرتا ہے کہ رحمت و سکینت کے معانی میں حدِ فاصل کیسے کھینچی جائے۔ اگر یہ مترادف لفظ ہیں تو صرف غشیتھم الرحمہ کہنا ہی بس کرتا تھا اور نزلت علیہم السکینۃ حشو وزائد میں سے ہوا اور اس افصح العربؐ کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ فالتو لفظ بولتے تھے، بہت بڑی بدگمانی ہے۔ قرآن حدیث میں اسی قبیل کے متعدد الفاظ آئے ہیں۔

صلوٰۃ ، سلام ، رحمت ، برکت ، سکینت۔

ان کے معانی میں حدِ فاصل کھینچنے میں دقت ہوتی ہے اگر چشمِ بصیرت وا ہو تو عالم روحانی کی حقیقتوں پر یہ عالم آب وگل بھی دلالت کناں ہے۔ یہ مادی رزق جو اللہ نے اپنی تمام مخلوق کے لیے پیدا کیا، جسے ملحد، زندیق، کافر، اسے گالیاں دینے والے، اس کے وجود سے انکار کرنے والے سبھی کھاتے ہیں اللہ نے اس میں کس قدر تنوع پیدا کیا۔ سبزیوں اور پھلوں کی اقسام پر غور کیجئے۔ آم پیدا کئے تو اس کی بیسیوں قسمیں بنائیں۔ خربوزہ پیدا کیا تو ساتھ سردا اور گرما پیدا کیا۔ مختلف اقسام وانواع، پھر ہر نوع میں تنوع در تنوع

پھر کیا اس رزق میں اللہ نے کوئی تنوع نہ رکھا، جو اس نے اپنے عاشقوں اور محبوں کے لیے پیدا کیا —— وہ رزق جو ان بندوں کے لیے پیدا کیا، جنہوں نے اس کی خاطر دو جہانوں کو خیر باد کہا اور اس کی ذات کے لیے وقف ہوگئے۔ کیا وہ ایک ہی قسم کی رحمت ہے جو اہلِ ذکر کی، رُوح پر وارد ہوتی ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے وہ نوامیسِ فطرت سے یکسر ناآشنا ہے۔ جب اس نے رحمت کی تخلیق کی تھی، تو اس کی صفتِ خلاقی بھرپور جوش میں آئی تھی اور اس نے اَن گنت رحمت کی قسمیں پیدا کیں۔ اتنی قسمیں جنہیں تم حیطۂ شمار میں نہ لاسکو۔ یہ صلوٰۃ، یہ سلام، یہ رحمت، یہ برکت، یہ سکینت یہ سب اس کی رحمت کی انواع و اقسام ہیں جو اہلِ اللہ کے سینوں پر وارد ہوتی ہیں وہ لوگ جو اس لذت سے محروم ہیں، وہ لغت میں صلوٰۃ، سلام، رحمت، برکت اور سکینت کے معانی ڈھونڈتے ہیں اور

جب ان کے معانی میں کوئی حد فاصل نہیں کھینچ سکتے تو پریشان ہوتے ہیں۔

عاشق نہ شُدی، محنت الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامۂ ہجراں چہ کشاید

اور

ــہ
من لم یذق حرق الھوٰی
لم یدر ما جہد البلاءُ

یہ بات تو سینے پر وارد ہونے کی ہے۔ زبانی سمجھانے کی نہیں ہے کیفیت روحانی ہو یا جسمانی۔ وہ محسوس تو کی جا سکتی ہے۔ مگر دوسرے کو سمجھائی نہیں جا سکتی جیسے کسی آدمی نے نہ کھائے ہوں، آپ اسے ترے سمجھائیں کہ لنگڑے کی یہ لذت ہے، دسہری کی حلاوت ایسی ہے۔ اور ٹپکے کا مزا ایسا ہوتا ہے۔ وہ ان لذتوں کا فرق سمجھنے سے یکسر قاصر رہے گا۔

سب لذتیں ہیچ ہیں

پھر یاد رکھو کہ اس روحانی رزق کی لذت کے سامنے کائنات کی تمام لذتیں ہیچ ہیں۔ یہ جو تم اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ رات بھر اس کی بارگاہ میں بیٹھے رہتے ہیں، یونہی خشک اور بے لذت تو نہیں بیٹھے ہیں۔ ــہ

دیدہ باشند از رُخ آں دوست اندک جلوہٗ
ورنہ از احیائے شب شب زندہ داراں راچہ حظ

دوست کے مکھڑے کی کچھ جھلکیاں انہیں نظر آتی ہوں گی۔ وگرنہ رات بھر جاگنے کی انہیں کیا پڑی ہے۔

یہ جو صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اس کے حضور میں جم کر بیٹھے رہتے ہیں، جب کہ باد نسیم اور نمازیوں کو بھی تھپک تھپک کر سُلا رہی ہوتی ہے۔ روحانی غذا کھاتے ہیں اور شدید سرور و کیف کے عالم میں ہیں۔

یہ جو ابراہیم ادھم نے بادشاہت پر لات ماری اور تخت و تاج اس سے چھوٹ گیا، تو یہ محض اس لئے کہ اللہ کا ذکر پادشاہت سے لذیذ تر تھا۔

سلطان العارفین نے اپنے دیوان کے مطلع میں اسی روحانی رزق کی لذتوں کا ذکر کیا ہے۔

ع اندر ہو تی ٹھنڈک مچایا جاں مچلن پہ آئی ہو
ذکر سے میرا سینہ مہک اُٹھا ہے اور قریب ہے کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں۔

پس محروم اور کم نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس روحانی رزق سے کوئی حصہ نہیں ملتا ہے، اس سے بڑھ کر بدبختی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کے ہاں تمہارا راشن کارڈ ہی نہ بنا ہو، جب تک فیضان نہیں ہوتا، عبادت طبیعت پر گراں گزرتی ہے۔

ـــــ انہا لکبیرۃ الاعلی الخاشعین ـــــ اور فیضان ہو تو نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور زندگی کی سب سے بڑی لذت حضورؐ کا ارشاد ہے۔

جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (نسائی)
میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے

خبیبؓ بن عدی کو جب پھانسی پر لٹکانے کے لیے لے جا رہے تھے۔ تو کفار نے پوچھا کوئی آرزو ہو تو کہو، فرمایا، مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔"

جب انسان اس روحانی غذا کی لذت سے آشنا ہو جاتا ہے، تو وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس نشۂ رحمت و سکینت کے بغیر زندگی اسے پھیکی اور بے کیف معلوم ہوتی ہے۔ جیسے بھوکا بیتابی سے روٹی کی طرف لپکتا ہے اور پیاسا بے چینی سے پانی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اسی بے تابی اور بے قراری سے وہ اللہ کے ذکر و عبادت اور مخلوق کی خدمت کی طرف لپکتا ہے۔ تاکہ بادِ رحمت سے وہ روح کی پیاس بجھا سکے۔ وہ لوگ جو رحمت و سکینت کی فضا میں جیتے ہیں، وہ اگر اس کے احکام پر عمل نہ کریں اور اس کی منہیات سے نہ بچیں، تو وہ فیضان رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اور فیضانِ رحمت کے بغیر ان کا دم گھٹتا ہے۔ اور زندگی اداس ہو جاتی ہے۔ یوں بغیر کسی کاوش اور مشقت کے زندگی نیکی اور بھلائی کے سانچے میں ڈھل گئی۔ عقیدہ و عمل میں ہم آہنگی پیدا ہوئی، اعضاء و جوارح عقیدے کا ساتھ دینے لگے۔

ذکر الٰہی سے رحمت کا ورود ہوتا ہے۔ وہ رحمت تمام روحانی بیماریوں کی دوا ہے اور اہل اللہ کی روحانی غذا ہے۔ وہ رحمت رات کے اندھیرے ہی میں نہیں، دن کے اُجالے میں برستی ہے۔ وہ رحمت نیند کی حالت میں نہیں، ہوش و آگہی کے عالم میں برستی ہے۔ وہ دن دہاڑے برستی ہے اور عالم بیداری میں برستی ہے۔

نہ شبم، نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

ـلہ جس نے عشق کی سوزش کا مزا نہیں چکھا ہے، اسے کیا خبر کہ محبت کی سختیاں جھیلنے میں کیا مزا ہے۔

آپ بھی جی میں کہتے ہوں گے کہ یہ کیا پہیلیاں ہیں۔ یہ تجربے رنگین ہیں۔ ذکر تو کبھی کبھار ہم بھی کرتے ہیں، نماز ہم بھی پڑھتے ہیں، مگر یہ رحمت و سکینت کی بارش برسنے کا کوئی حادثہ ہمیں تو پیش نہیں آیا۔ وہ رحمت اگلے وقتوں میں برستی ہوگی۔

اے شوقِ منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے؟

اس کی صفت رحمان و رحیم بھی ازلی و ابدی ہے۔ وہ پل بھر کے لیے بھی کبھی معطل نہیں ہوئی۔ وہ سرمدی اور لم یزلی ہے۔ صفتِ رحمان کا تقاضا ہے کہ رحمت ہر دور میں برسے۔

آپ کہیں گے یہ باتیں تو لذیذ ہیں۔ مگر کیا تدبیر کریں کہ رحمت کا ورود ہونے لگے۔

ورودِ رحمت کیسے ہو؟

یہ مرض عام ہوگیا ہے کہ ذکر دنیوی اغراض کے لیے کیا جاتا ہے۔ کوئی ملازمت کے لیے ذکر کرتا ہے، کوئی شادی کے لیے تسبیح پھیرتا ہے۔ کوئی وظیفے پڑھتا ہے کہ اس کے ہاں اولاد نہیں۔ کوئی اس لیے پڑھتا ہے کہ میرے ہاں لڑکیاں ہوتی ہیں اور لڑکا کوئی نہیں۔ دنیا کے دھندے اور جنجال کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ ایک جھنجھٹ سے انسان نکلتا ہے تو دوسرے میں گرفتار ہوتا ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کا مقصودِ ذکرِ الٰہی سے محض دنیوی خواہشات کی تکمیل ہے۔

ذکر لوجہ اللہ کرو

اے طالب! تو اللہ کا ذکر اللہ ہی کے لیے کر۔ اس کی رضا اور خوشنودی کو اپنا مقصود ٹھہرا لے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحابِ صفہ کی دلجوئی اور پاسِ خاطر کی دوبار تلقین کی گئی یہ جو اصحابِ صفہ کو مقام حاصل ہوا، تو اس کا باعث قرآن نے یہ بتلایا کہ وہ اللہ کو اس کی رضا کی خاطر یاد کرتے ہیں۔

ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ (۶ : ۵۲)

ان لوگوں کو اپنے سے پرے نہ ہٹایئے جن کی صبحیں اور شامیں اپنے رب کی یاد میں بسر ہوتی ہیں (اور یاد اس لیے کرتے ہیں کہ) اس کے مکھڑے کے طالب ہیں۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم (۱۸ : ۲۸)

اور ضبط کے ساتھ بیٹھے رہیے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں، صبح و شام، اس کے مکھڑے کے طالب ہیں ان سے نگہ التفات نہ ہٹایئے۔

دونوں آیتوں میں اس بات پر زور دیا گیا کہ۔

یریدون وجھہ ——— وہ اس کی رضا چاہتے ہیں۔

پس اے طالب! تو اپنی نیت کو سیدھا کر اور دل و دماغ کی ہم آہنگی سے کہہ:

الٰہی انت مقصودی و رضاک مطلوبی

اے اللہ! میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا مجھے مطلوب ہے

؎ جہد کن تا ترکِ غیرِ حق کنی
دل ازیں دنیائے فانی بر کنی

کوشش کرو کہ تم غیر اللہ سے دامن جھٹک سکو اور اس دنیائے فانی سے دل نکال سکو۔

؎ چوں الف گر تو مجرد می شوی
اندریں رہ مرد مفرد می شوی

اگر تو الف کی طرح (دنیوی حرص و آز کی آلائشوں سے) الگ تھلگ ہو جائے، تو اس راستے کا تو مرد یکتا ہو۔

اگر کسی شریف آدمی سے تم وفا کرو، اس کے آستانے کے لیے وقف ہو جاؤ اور اس کی محبت کی بنا پر اس کی چاکری کرو، تو وہ بھی تمہاری حاجتوں کا خود خیال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے اسے کھانا دو، کہیں بھوکا تو نہیں؟ اسے لحاف دو، کہیں سردی تو نہیں لگتی ہے، اس کے کپڑے پھٹ گئے ہیں، اسے کپڑے بنا کر دو۔ جب ایک شریف آدمی کے یہ تقاضے ہیں تو اس رب العالمین کے بارے میں تمہارا گمان کیا ہے؟ تم اگر اس سے وفا کرو اور اس کی محبت میں اسے یاد کرو، تو وہ چن چن کر تمہاری ایک ایک حاجت کو پورا کرے گا۔ حدیث قدسی ہے:

یا ابن آدم تفرغ لعبادتی اسد فقرک (احمد)

اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو بیٹھ میں تیری ضرورتوں کو پورا کر دوں گا۔

؎ کار ساز ما بفکرِ کار ما
فکرِ ما در کارِ ما آزار ما

جتنی عمر تم نے دنیا کے دھندوں کے لیے وظیفے پڑھے،

اے کاش اس کا عشرِ عشیر تم اللہ کی خاطر پڑھتے تو تم اس کے مقبول بندوں میں شمار ہوتے۔ اے طالب! تو ذکر اللہ ہی کے لیے کر اور دنیا کے دھندوں کے لیے دعا مانگ۔ دُعا تیری عاجزی، تیری بیچارگی اور تیری درماندگی کا اظہار ہے۔ یہی اعتدال کی راہ ہے اور یہی مسنُون طریقہ ہے۔ دعا بھی اپنے جی سے گھڑ کر نہ مانگ، تیری عقل ناقص ہے، تیری معرفت ادھوری ہے۔ تو انگاروں کو پھول سمجھتا ہے اور پھول تجھے انگارے نظر آتے ہیں، تو سمّ قاتل کو شہد سمجھ کر مانگتا ہے۔ تیری دعائیں کچی اور بودی ہیں۔ دعائیں وہی مانگ جو سردارِ دنیا و دیںؐ نے سکھلادی ہیں۔ ان دعاؤں سے سرمو انحراف نہ کر۔

اہلِ ذکر کی صحبت اختیار کرو

اے طالب! اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر رحمتوں کی بارش ہو اور تو انوار کی غذا کھائے تو اہلِ ذکر کی صحبت اختیار کر۔ ان کی صحبت اکسیرِ اعظم ہے۔ ان کی محفل کبریت احمر ہے۔ تو اپنی انانیت کو کچل کر ان کی مجلس میں جا بیٹھ۔

ابو رزینؓ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس سے دنیا اور آخرت کی سعادتیں تمہاری جھولی میں سمٹ آئیں۔"

علیک بمجالسِ اہل الذکر و اذا خلوت فحرک لسانک ما استطعت بذکر اللہ۔

اہلِ ذکر کی مجالس لازم پکڑو اور جب اُٹھ کر وہاں سے جاؤ تو اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنی زبانوں کو حرکت میں لاؤ جہاں تک تمہارا بس چلے۔

واحب فی اللہ وابغض فی اللہ۔

اللہ ہی کی خاطر محبّت کرو، اللہ ہی کی خاطر نفرت کرو۔

پھر آپ نے فرمایا:

یا ابا رزین! ہل شعرت ان الرجل اذا خرج من بیتہ زائراً اخاہ شیعہ سبعون الف ملک کلہم یصلون علیہ ویقولون ربنا انہ وصل فیک فصلہ فان استطعت ان تعمل جسدک فی ذالک فافعل۔ (بیہقی)

اے ابو رزین! کیا تو نے محسوس کیا ہے کہ آدمی جب گھر سے اپنے دینی بھائی کی زیارت کی نیت سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ سب اس پر رحمتیں بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! اس نے تیری خاطر یہ تعلق قائم کیا ہے، تو بھی اس سے تعلق قائم کر۔ اے ابو رزین! یہ ہے کام کرنے کا جہاں تک تمہارا بس چلے، اسی میں اپنا جسم کھپا دو۔ اہلِ ذکر کی صحبت تمہیں ریاضت شاقہ سے بے نیاز کر دے گی۔

لہ آنکہ بہ تبریز یافت یک نظرِ شمس دیں
طعنہ زند بر دہا، سخرہ کند بر چلہ

(۳) تیسری بات یہ پلے باندھ کر ذکر پیہم کرو، بلا ناغہ کرو۔

کوک فریدا کوک توں، راکھا جویں جوار
جد تک ٹانڈا ناں پکے، تو کر دارہ پکار

۱۔ ذکر لوجہ اللہ کرو
۲۔ بلا ناغہ کرو
۳۔ اہلِ ذکر کی صحبت اختیار کرو۔

ان تینوں باتوں پر اگر تو عمل پیرا ہو جائے تو میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں، جس کے قبضے میں میری زبان ہے کہ تجھ پر انوار الٰہی کی بوچھاڑ ہو اور فیضانِ رحمت تیری رگ رگ اور نس نس کو سیراب کرے، تمہارے دامن کے سب داغوں کو دھو ڈالنے کے لیے اس فیضان کا ایک چھینٹا ہی بس کرتا ہے۔

تشکیک کا علاج

بعض لوگوں کو مابعد الطبیعاتی حقائق کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ وحی و تنزیل کی حقیقت کیا ہے؟ ملائکہ کا وجود ہے بھی کہ نہیں؟ خدا غیر مرئی، ملائکہ غیر مرئی، وحی کا نزول غیر مرئی، خدا حواس کی گرفت میں نہ آسکے۔

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ (۶: ۱۰۳)

ملائکہ حواس کی گرفت میں نہ آسکیں، وحی کا نزول دکھائی نہ دے۔ عقل اپنا مواد حواس ہی کے ذریعے اکٹھا کرتی ہے۔ جو بات حواس کی گرفت میں نہ آسکے، عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ عقل جب ان حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی، تو وہ متشکک ہو جاتی ہے اور وہ باتیں جو ماورائے عقل ہیں، انسان انہیں خلافِ عقل سمجھ بیٹھتا ہے۔ تشکیک کی بیماری میں یہ خیال بھی آتا ہے

لہ جس نے شمس تبریز ایسے مردِ درویش کی اک نگاہ کو پا لیا۔ وہ چلّہ کشی اور ریاضت کی کھلّی اڑاتا ہے۔

کہ روح کا کوئی مستقل بالذات وجود ہے یا وہ مادے ہی کا خاصہ ہے جو ہر حیات کے سوا کچھ نہیں اور جب روح کا کوئی مستقل بالذات وجود نہیں، تو حیات بعد الممات کس سے عبارت ہے؟ تشکیک میں یہ وسوسہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ شکوک و شبہات جو ذہن میں ابھرتے ہیں ان کا باعث ذہانت اور عقل کی بلاغت ہے۔ انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ میری ذہنی سطح عام انسانوں سے بلند تر ہے۔ اس لیے یہ خیالات میرے ذہن میں آتے ہیں۔ اگر آپ بات کا تجزیہ و تحلیل کریں، تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ نفس روح کے کثیف ہو جانے سے اور روح میں ناسوتی خواص پیدا ہو جانے سے مابعد الطبیعیاتی حقائق کے بارے میں انسان متشکک ہو جاتا ہے۔ اس میں ذہانت و عبقریت کی کوئی بات نہیں۔ زمانہ جاہلیت کے بدو بھی کہا کرتے تھے۔

ء اذا متنا وکنا ترابا وعظاما ء انا لمبعوثون ۲۳: ۸۲۔

کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو گئے ہوں گے اور ہڈیاں باقی رہ گئی ہوں گی، کیا ہمیں اٹھا دیا جائے گا۔

اور جیسا کہ ایک جاہلی شاعر نے کہا ہے۔

اموت ثم بعث ثم نشر

حدیث خرافۃ یام عمرو

کیا ہم مر جائیں گے، پھر ہمیں اٹھا دیا جائے گا اور ہمارا حساب کتاب ہوگا۔ یہ سب خرافات ہے میری محبوبہ!

عقل سرکش ہے۔ وہ دلائل سے تو ان حقائق کو ماننے والی نہیں وہ ہر دلیل کو کاٹ ڈالتی ہے۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

میں نے عرض کیا کہ یہ حقیقتیں عقل سے ماوراء ہیں۔ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے اور اگر عقل کبھی رد و دلائل سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیتی ہے تو یہ اس کی غباوت کی دلیل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر تشکیک کا علاج کیا ہے اور یقین و اذعان کی دولت سے کیونکر بہرہ یاب ہوں۔

عامۃ المسلمین کو تو یقین و اذعان وجدانی طور پر حاصل ہوتا ہے اگر ایک بار عقائد کی چولیں ڈھیلی ہو جائیں اور شکوک و شبہات کے کانٹوں کی چبھن محسوس ہونے لگے۔ تو تشفی مشاہدے کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ مشاہدہ ہر چند جزئی ہوتا ہے۔ لیکن جزو کل پہ دلالت کناں ہوتا ہے اور مشاہدے کے لیے ذکر الٰہی سے بہتر کوئی راہ نہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہا۔

ولا افضل من الذکر باعتبار تطلع النفس الی الجبروت۔

عالم علوی سے آگہی حاصل کرنے کا ذریعہ ذکر الٰہی سے بہتر کوئی نہیں۔

ذکر الٰہی سے مابعد الطبیعیاتی حقائق کا منکشف ہونا خود احادیث سے ثابت ہے۔

عن ابی سعید الخدری رض ان اسید بن حضیر قال بینما ھو یقرأ من اللیل سورۃ البقرۃ وفرسہ مربوطۃ عندہ اذا جالت الفرس فسکت فسکنت فقرأ فجالت فسکت فسکنت ثم قرأ فجالت الفرس۔

حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر رض رات کے وقت سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا۔ گھوڑا یکا یک بدکا تو آپ چپ ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ آپ پھر تلاوت کرنے لگے تو گھوڑا پھر بدکا آپ چپ ہوئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ آپ نے پھر تلاوت کی تو گھوڑا پھر بدک اٹھا۔

حضرت اسید رض نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔

فاذا مثل الظلۃ فیہا امثال المصابیح

تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سائبان سا ہے جس میں چراغ سے جل رہے ہیں۔

صبح رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔

تدری ماذاک

(تمہیں خبر ہے کہ یہ کیا تھا)

تلک الملٰئکۃ دنت لصوتک ولو قرأت لاصبحت ینظر الناس الیہا لا تتواری منہم (متفق علیہ)

یہ فرشتے تھے جو تیری آواز سن کر قریب آ گئے تھے اور اگر تو تلاوت جاری رکھتا تو انہیں تیری آواز نے ایسا جذب کیا تھا کہ وہ واپس نہ جا سکتے اور صبح کے وقت لوگ انہیں دیکھتے اور وہ فرشتے ان سے چھپ نہ سکتے۔

یہ حدیث اس پر حجت قاطعہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید جو بحکم انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون بدرجہ اولیٰ ذکر الٰہی ہے مشاہدہ ملائکہ کا باعث ہوئی۔ پھر حضرت حنظلہ رض والی حدیث سے اس کی اور بھی تائید ہوتی ہے۔ حضرت حنظلہ رض فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رض مجھے مل گئے۔ میں نے کہا۔

نافق حنظلۃ تو منافق ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر رض کہنے لگے۔

حنظلہ تم یہ کیسی باتیں کرتے ہو؟ میں نے کہا ہم آپ کی صحبت میں ہوتے ہیں تو ہماری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ہم جنت اور دوزخ کو گویا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ کی مجلس سے باہر آتے ہیں تو بیوی بچوں میں گھل مل جاتے ہیں اور دنیوی دھندوں میں لگ جاتے ہیں اور وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔

حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے: یہ حالت تو مجھے بھی پیش آتی ہے۔ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی کیفیت بیان کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لو تدومون علی ما تکونون عندی و فی الذکر لصافحتکم الملائکۃ علی فرشکم و فی طرقکم ولکن یا حنظلۃ ساعۃ و ساعۃ۔ (مسلم)

میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر تم مسلسل ذکر کرو اور پیہم تم پر وہ کیفیت طاری رہے جو میری مجلس میں تم پر طاری ہوتی ہے تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہاری راہوں میں (ادباً احتراماً) تم سے مصافحے کریں، لیکن اے حنظلہ! کبھی یہ کیفیت ہے اور کبھی وہ کیفیت ہے

در بزم عیش یک دو قدح نوش کن برو
یعنی طمع مدار وصال دوام را

عالم ملکوت و لاہوت کا مشاہدہ نہ سہی، اگر محض سفلی، ارواح ہی کا مشاہدہ ہو جائے تو ایک سمجھ بوجھ رکھنے والے انسان کو یہ بصیرت و یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ روح جسم سے ہٹ کر مستقل وجود رکھتی ہے اور یہ عقل ہی کی درماندگی تھی کہ وہ اس بات کے ادراک سے قاصر رہی کہ روح اپنے وجود اور بقا کے لیے جسم کا احتیاج نہیں رکھتی۔ محض سفلی ارواح کے مشاہدے سے وہ یہ نتیجہ مرتب کرتا ہے کہ وہ اللہ جس نے اس کائنات میں تقابلی رنگ بھرے ہیں۔ رات کے ساتھ دن بنایا ہے۔ اندھیرے کے ساتھ اجالا پیدا کیا اور خیر کے ساتھ شر کی تخلیق کی ناگزیر ہے کہ اس نے سفلی اور خبیث ارواح کے مقابل ملائکہ اور ارواح طیبہ کو بھی پیدا کیا ہو۔ حیات بعد الممات کے بارے میں سب سے بڑا اشکال تو یہی تھا کہ جسم فنا ہو جانے کے بعد روح کا زندہ رہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جب ارواح کی زندگی کا شعور حاصل ہو گیا تو ان پر عذاب و ثواب کا مرتب ہونا آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔ یوں محض سفلی ارواح کا مشاہدہ روح لا مکر حیات بعد الممات پر ایمان کا باعث ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں تو ہو شرندمی اور اس کی تربیت کے نظریات و افکار کا بودا پن تو انسان پر کھل ہی جاتا ہے۔

ایک بات اور محل نظر ہے۔ مجرد عقل تو ذکر کی قائل ہی نہیں ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہے محض کسی نام کی تکرار سے اور ہونٹوں کی جنبش سے کیا ہوتا ہے۔ اسے ذکر پر آمادہ کیسے کریں! عقل کو یہ سمجھائیے کہ جہاں حقیقت کی تلاش میں اتنے پاپڑ بیلے ہیں، اتنی وادیوں کی خاک چھانی ہے۔ اتنی ضخیم کتابوں کو کھنگالا ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ تو حقیقت کی متلاشی ہے اور محض بندھنوں اور قدغنوں سے گریز کی راہ ڈھونڈ رہی ہے، تو یہ بھی ایک راستہ ہے جس پر لاکھوں انسانوں نے چل کر حقیقت کا سراغ پانے کا دعویٰ کیا۔ ایک عقلیت پسند (RATIONALIST) کا استقرائی منطق (INDUCTIVE LOGIC) کو تو مانتا ہے۔ خود عقلیت پسندی کے اصول اسے یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ لاکھوں انسانوں کے تجربات و مشاہدات کو بیک جنبش قلم اپنے کمرے میں بیٹھ کر جھٹلا دے۔ ایک عقلیت پسند کے لیے واجب ہے کہ وہ کسی بات پر رد و قبول سے پہلے اس موضوع پر تمام مواد (DATA) اکٹھا کرے وہ مالہ اور ماعلیہ کو جانچے۔ جب تک وہ مالہ اور ماعلیہ کو جانچ نہیں لیتا ہے اس کے لیے زیبا نہیں کہ وہ کوئی رائے قائم کرے۔ وہ راستہ جس پر چل کر لاکھوں ذہین و فطین انسانوں نے یقین و اذعان حاصل کیا۔ اس کے وجود سے بلا تحقیق انکار کرے۔ وہ راستہ جس پر چل کر امام غزالی ایسے نابغہ، مولائے روم ایسے عبقری نے مابعد الطبیعیاتی حقائق کی معرفت حاصل کی اور تشکیک سے نجات پا گئے، تو اس راستے پر دو چار قدم چل کے تو دیکھ۔ عالم ارواح کی ہلکی سی جھلک مابعد الطبیعیاتی حقائق پر ایمان لانے کے لیے تجھے بس کرتی ہے۔ عین اس وقت جب کہ تمہارا ذہن ان حقائق کے بارے میں متردد ہوگا، یہ مشاہدات عقل کی ساری ہرزہ سرائی کو ختم کر دیں گے۔

رخ کشودند و لب ہرزہ سرایم بستند
دل ربودند و دو چشم نگرانم دادند

(یعنی اس کے وجود کے بارے میں واہی تباہی بک رہا تھا۔ کہ اس نے چہرے کی جھلک دکھا کر میرے ہونٹوں کو سی دیا ہے۔ اس نے دل چھین لیا (جھلک دکھا کر) اور دو آنکھیں بخشیں جو ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھ رہی ہیں) و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

المنتخب من الجامع الصغیر

تحقیق: الامام جلال الدین السیوطی
ترجمہ و ترتیب: زاہد الراشدی

ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

طلاق کا مطالبہ

احمدؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ ابن ماجہؒ ابن حبانؒ اور حاکمؒ سند حسن کے ساتھ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس عورت نے بغیر کسی معقول عذر کے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

خاوند کی رضا

ترمذیؒ ابن ماجہؒ اور حاکمؒ سند حسن کے ساتھ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت اس حالت میں دنیا سے گئی کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا وہ جنت میں جائے گی۔

آگ سے پردہ

بخاریؒ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس عورت کے تین بچے فوت ہو گئے (اور اس نے صبر کیا) وہ اس کے لئے آگ سے پردہ بن جائیں گے۔

زمین خدا کی ہے

طبرانیؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین ساری خدا کی زمین ہے اور بندے بھی اللہ کے ہیں پس جس نے زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے۔

قربانی سنت ہے

طبرانیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی مجھ پر فرض ہے اور تم پر سنت (واجب) ہے۔

امانت اور رزق

دیلمیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امانت داری رزق کو کھینچ کر لاتی ہے اور خیانت فقر کو کھینچ کر لاتی ہے۔

ایمان کے شعبے

مسلمؒ ابوداؤدؒ نسائیؒ اور ابن ماجہؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان کے ستر سے کچھ اوپر شعبے ہیں اعلیٰ درجہ کلمہ طیبہ کا اقرار ہے اور ادنیٰ درجہ راستہ سے اذیت دینے والی چیزوں کا ہٹانا ہے۔

ایمان اور عمل

ابن شاہینؒ سند حسن کے ساتھ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان اور عمل دونوں ساتھی ہیں ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ اس کے دوسرے ساتھی کے بغیر قبول [illegible]

تبصرہ صفحہ پہلے کتاب کی دو جلدیں
دفتر میں آنا ضروری ہے
تبصرہ باری پہ ہو گیا

تعارف وتبصرہ



سیدنا معاویہؓ (شخصیت اور کردار)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم المرتبت صحابی بھی تھے۔ آپ نے کتابت وحی جیسی اہم ذمہ داریاں آپ کے سپرد کر رکھی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ کے متعلق حضور علیہ السلام کی دعائیں وغیرہ احادیث میں موجود ہیں۔ جن میں آپ کے ہادی ومہدی ہونے کا ذکر ہے۔ ان تمام فضائل وکمالات کے باوصف آپ کی مظلومیت کا بھی عجیب عالم ہے کہ اہل سنت و جماعت کہلانے کے مدعی لاتعداد لوگ ہیں جو آپ کے معاملہ میں ایسی واہی تباہی کہہ سن دیتے ہیں جو کسی عام مسلمان کے متعلق کہنا بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابی کے متعلق!

گزشتہ سالوں میں آپ کی شخصیت وکردار کو مجروح کرنے کی دانستہ طور پر منظم کوششیں کی گئیں اور اس قسم کا لٹریچر مارکیٹ میں عام ملتا رہا۔ جو افسوسناک حد تک بددیانتی کا شاہکار تھا لیکن "ہر فرعونے را موسےٰ" کے مصداق اللہ تعالیٰ نے ایسے رجال کار پیدا کر دیئے جنہوں نے کمال تحقیق ودیانت سے اس لٹریچر کا نوٹس لیا۔ اور قرآن وحدیث نیز صحیح تاریخی روایات کے ذریعہ حقائق کو اظہر من الشمس کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کچھ اور حضرات نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا۔

زیر تبصرہ کتاب جناب ظفر سیالکوٹی کی تصنیف کردہ ہے جس کی جلد اول چند سال پہلے شائع ہو کر ارباب علم وفضل سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔

دوسری جلد کی ابتداء میں موصوف نے ان آراء میں سے بعض کو شامل کر دیا ہے۔ جن سے موصوف کی محنت وتحقیق کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:۔

"اس کتاب نے ان غلیظ پردوں کو چاک کر کے معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی عظمت وشان نکھار کر سامنے رکھ دی ہے۔"

علاوہ ازیں مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا محمد اسحٰق صدیقی سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا عبدالکبیر لال باغ ڈھاکہ اور موقر ماہنامہ "الحق" کی آراء شامل کتاب ہیں۔ ان آراء کے بعد مزید کچھ کہنا عبث ہے۔ انہی سے کتاب کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔

زیر تبصرہ دوسری جلد میں ان خود ساختہ اعتراضات کی قلعی کھولی گئی ہے جو تاریخی کباڑ خانہ سے نکتہ چیں دنیا نے چن چن کر ایک صحابی رسول کی عظمت کو داغدار کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔ تین سو صفحات کی یہ کتاب خوبصورت کتابت وطباعت مضبوط سنہری جلد سے مزین ہے۔ ادارہ معارف اسلامیہ مبارک پورہ سیالکوٹ سے اٹھارہ روپے میں مل سکتی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ

میاں محمد سعید صاحب فارقلیط اکادمی کراچی ایک فاضل انسان ہیں۔ بہت کچھ لکھا ہے اور بہت کچھ لکھ رہے ہیں جس میں "انساب عالم" یقیناً معرکہ کی چیز ہو گی، خدا جلدی تکمیل کرا دے۔

زیر تبصرہ رسالہ موصوف نے جس خلوص ومحبت سے لکھا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مختلف سنی تنظیمیں ہزاروں کی تعداد میں اسے مفت تقسیم کر چکی ہیں۔

فون نمبر ۶۰۵۴۵

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۷۴

اس مختصر رسالہ میں میاں صاحب نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت پر انتہائی مختصر لیکن بچے تلے انداز میں قلم اٹھایا ہے اور اس محسنہ امت کی شخصیت سے متعارف کرایا ہے۔

یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم لوگ اپنے اکابر کے حالات اور کارناموں سے بالکل ناواقف ہیں اس لیے ضرورت ہے کہ اس قسم کا بقامت کہتر بقیمت بہتر لٹریچر وسیع پیمانے پر تقسیم کیا جائے۔ پچھتر پیسہ میں یہ رسالہ مکتبہ معاویہ ۱/۱۲ بی ون ایریا لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹ سے دستیاب ہے۔ جبکہ مفت تقسیم کرنے والے حضرات کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔

عبید اللہ انور

موت سے کس کو رستگاری ہے

ہفتہ رفتہ ہم اپنے دو انتہائی قابل قدر بزرگوں سے محروم ہو گئے۔ یعنی حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب آف تلمبہ ضلع ملتان سابق ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام پنجاب اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب قاسمی سابق امیر جمعیۃ ضلع سیالکوٹ!

ہر دو حضرات چمنستان علمی دارالعلوم دیوبند کے گل سر سبد تھے۔ وہاں کے قابل رشک فضلاء میں سے تھے۔ بالترتیب حضرت قطب عالم حضرت رائے پوری قدس سرہ اور امام العلماء حضرت لاہوری قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ اور ان اکابر کی ان حضرات پر بہت زیادہ نظر شفقت تھی۔ تقسیم سے قبل اور بعد ملکی سیاسیات میں اہل حق سے وابستہ رہے اور کوئی بھی طوفان یا ہوا کا جھونکا انہیں راہ سے نہ ہٹا سکا۔

سچ تو یہ ہے کہ ان حضرات کا جینا بھی خوب تھا اور مرنا بھی خوب!

اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اور پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

جمعیۃ علماء اسلام کے قائدین حضرت درخواستی، مولانا عبید اللہ انور اور مولانا غلام ربانی (قائم مقام ناظم عمومی مرکزی جمعیۃ) اور قاری نورالحق قریشی نے علیحدہ علیحدہ بیانوں میں ان حضرات کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور ان حضرات کی بلندی درجات کے لیے خدا کے حضور دعا کی ہے

ادارہ خدام الدین کے تمام ارکان نے ان حضرات کے لیے دعا مغفرت کی۔ بالخصوص ادارہ کے کارکن ظہیر الدین صاحب قریشی آف تلمبہ نے تلمبہ کی مشہور دینی شخصیت قبلہ شاہ صاحب کی موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

● صابر شاہ صاحب کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جملہ متوسلین سے خصوصی دعا مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔ (علوی مدیر خدام الدین)

حضرت الامام مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے منجھلے صاحبزادے اور جانشین مولانا عبید اللہ انور کی شخصیت و کردار سے متعلق جناب اشفاق ہاشمی نے یہ کتاب ترتیب دی ہے ہاشمی صاحب اس سے قبل قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمود اور شہید اسلام مولانا شمس الدین شہید کے متعلق کتابیں لکھ چکے ہیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ کتاب کے ابتدائی ۳۲ صفحات میں فاضل مصنف نے حضرت لاہوری قدس سرہ کی مختصر سوانح حیات ذکر کی ہے۔ جس میں اختصار کے ساتھ بہت سی قیمتی باتیں آ گئی ہیں۔ اس کے بعد مولانا انور کی سوانح حیات، ان کے بعض قیمتی اور اہم خطبات وغیرہ شامل ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مختلف تحریکوں میں مولانا کے مثالی کردار کو ہاشمی صاحب نے بڑے اچھے انداز سے سپرد قلم کر کے آنے والے مؤرخ کے لیے ایک دستاویز مرتب کر دی ہے۔

۱۶۰ صفحات کی یہ خوبصورت کتاب ہاشمی پبلیکیشنز ۲۳۱ راوی پارک لاہور سے سات روپے میں دستیاب ہے۔

ہم حضرت الامام لاہوری کے متوسلین سے بالخصوص اور عام سیاسی ورکروں اور اہل دین و دانش سے اس کتاب کے مطالعہ کی پرزور سفارش کریں گے کیونکہ اس کے مطالعہ سے انہیں ہر محاذ پر فائدہ ہو گا۔ (اسعد رحمانی)

مولانا عبید اللہ انور پبلشر نے رتن پرنٹرز میں خواجہ شوکت علی پرنٹر سے چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔